

انبیاء و ائمہ اور فضائل و مناقب



امام حسینؑ شہید
محمد شرف سیاحی

ایمان و شہادت
کے شیریں میوے

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۶	حرف آغاز	۱
۱۸	أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ تَوْبِيخًا وَرَاجِلًا مُقَدَّسًا	۲
۲۲	انگوٹھے چومنے کا ثبوت	۳
۲۶	وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ اور راجل مقدس	۴
۲۸	شان لولاک اور راجل مقدس	۵
۳۶	مقدس محمد رسول اللہ کی آمد اور برأت مسیح	۶
۴۲	رسول معظم کو چاند کی لوریاں دینا اور چاند کو ان کا ٹھیسوں میں لینا	۷
۴۵	شب میلاد کی تعظیم اور اس سے حصول برکت	۸
۴۸	سالانہ جوہلی یا جشن عید میلاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۹
۵۰	پیغمبر آخر الزمان کا فضائل میں انبیاء علیہم السلام سے سب سے جڑ جڑ سے منسلک ہونا	۱۰
۵۲	خدا کے تعالیٰ سورج اور رسول خدا علیہ السلام چاند	۱۱
۵۳	منصب رحمة اللعالمین	۱۲
۵۹	پیغمبر آخر الزمان کے خصوصی علامات کا بیان	۱۳
۶۶	پیغمبر آخر الزمان اور رسول موعود کا نسل اسماعیل علیہ السلام سے ہونا	۱۴
۷۱	بارگاہ مصطفویٰ میں عیسیٰ علیہ السلام کی نہایت تواضع و انکساری اور بخت	۱۵
	نبوی کی بشارت۔	
۷۴	حضرت یحییٰ کا بارگاہ مصطفویٰ میں بجز اور آپ کی بشارت	۱۶
۷۹	آنویا الا پیغمبر داؤد علیہ السلام کی نسل نہیں ہوگا۔	۱۷

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	انبیاء سابقین اور بشارات سید المرسلین
مصنف	شیخ الحدیث علامہ محمد شرف سیالوی
ترجمین و اہتمام	محمد ناصر البہاشی
اشاعت	ستمبر 2005
تعداد	1100
ناشر	اہل السنہ پبلی کیشنز دہلی (جہلم)
قیمت	66 روپے

منے کے پتے

جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام کالج روڈ سرگودھا فون نمبر: 0451-724695
 ہاشمی بک شال مصطفیٰ آباد میں بازار عقب جامعہ قادر یہ رضویہ پورے دی جھگی
 فیصل آباد فون نمبر: 0300-6618292, 6689539
 فرید بک شال 38 اردو بازار لاہور فون نمبر: 042-7312173
 مکتبہ نور یہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد فون نمبر: 041-626046
 مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور فون: 042-7324948
 احمد بک کارپوریشن راولپنڈی فون نمبر: 051-5558320

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۸۰	کیا حواری روح القدس سے متیسرے پانے والے تھے۔	۸۰
۸۲	کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گہوڑوں بھوسی میں اپنا زکیا اور بھوسی کو جلایا	۸۲
۸۶	حقوق اور موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے بشارت، اقدس کوہ فاران سے جلوہ	۸۶
	گرہ ہوا۔	
۸۸	دنیا کا سردار آتا ہے	۸۸
۹۱	عیسائیوں کی تاویل اور اس کا رد	۹۱
۱۰۰	کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بعد آئے	۱۰۰
۱۰۳	کیا حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ختیقی مقام سے بے	۱۰۳
	خبر تھے۔	
۱۰۵	کیا حضرت یحییٰ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ کو اس بشارت کا مصداق سمجھا۔	۱۰۵
۱۰۶	بنی اسرائیل کے بھائیوں سے کلیم اللہ علیہ السلام کی شکل نبی کی بشارت	۱۰۶
۱۱۵	بنی اسرائیل کے بھائی کون	۱۱۵
۱۱۷	خدا کا کلام کس نبی کے منہ میں تھا	۱۱۷
۱۲۰	کس نبی کی بات نہ سننے والوں کو کاٹ ڈالا گیا	۱۲۰
۱۲۳	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کی سلطنت کا بیان بزبان حضرت	۱۲۳
	دانیال علیہ السلام	
۱۲۷	کیا اس سلطنت کے مالک مسیح ہیں	۱۲۷
۱۲۹	یسعیاہ پیغمبر کی زبانی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور سلطنت اسلام	۱۲۹
	کی بشارت	
۱۳۲	حقوق نبی کی بشارت رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور سلطنت	۱۳۲
	اسلام سے متعلق	
۱۳۴	حضرت زکریا علیہ السلام کی شہادت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق	۱۳۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۳۶	آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی۔	۱۳۶
۱۴۲	زبور شریف میں بشارت متعلق بہ سلطنت مصلیٰ علیہ التمجید والثناء	۱۴۲
۱۵۰	امت امیہ عربیہ کی بشارت	۱۵۰
۱۵۳	سلیمان علیہ السلام کی بشارت سلطنت مصلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق	۱۵۳
۱۵۴	ارض حجاز اور مکہ مکرمہ کے متعلق بشارات	۱۵۴
۱۶۵	پاکستان کی تشکیل اور نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت	۱۶۵
۱۶۲	کیا توفہ نبی ہے۔	۱۶۲
۱۷۸	وہ نبی کیوں کہا	۱۷۸
۱۸۲	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اعتراض کہ میں وہ نہیں	۱۸۲
۱۸۴	کیا حضرت عیسیٰ نبی موعود ہو سکتے ہیں۔	۱۸۴

جہاد اور اعلاء کلمۃ اللہ کا وہ عظیم فریضہ متروک ہوا تقریر و تحریر کے ذریعے غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دینے اور دلائل و براہین سے اسلام اور بانی اسلام کی صداقت اور حقیقت واضح کرنے کا فریضہ بھی نظر انداز ہو گیا حتیٰ کہ دشمنان اسلام نے ممالک اسلامیہ میں اپنے مراکز قائم کر کے مسلمانوں کو رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی برگشتہ کرنا شروع کر دیا۔ اور قیام پاکستان سے لے کر اب تک انہوں نے اپنے اس ناپاک منصوبے میں سو فیصد سے بھی زیادہ ترقی حاصل کی۔ یہ تو صرف پاکستان کا حال ہے اور باقی ممالک کی حالت بھی کوئی اس معاملہ میں قابلِ داد و تحسین نہیں بلکہ وہاں غفلت و غماز کا یہ سلسلہ اسی طرح ترقی پذیر ہے اور ہم ہیں کہ اس طرف سے آنکھیں بند کر کے صرف ایک دھڑکنے کو نچاؤ کھانے میں مصروف ہیں۔ ذہنی صلاحیتیں، زور قلم اور مالی وسائل سب بڑی اخلال و انتشار کو وسیع کرانے میں صرف ہو رہی ہیں اور مخالفین اسلام کو کھلی چھٹی دے دی ہے بلکہ بالواسطہ انہیں کام کرنے اور ان کے لئے فضا سازگار کرنے میں مصروف ہیں۔

بندھنے اپنے طور پر کوشش کی ہے بلکہ اس کا آغاز کیا ہے کہ دوسری طرف بھی آنکھیں کھول کر دیکھا جائے کہ خدمت اسلام کا کوئی دوسرا محاذ بھی ہے اور لوگوں کو ہدایت نصرت کے جال میں پھنسنے سے روکنا اور بچانا اور قرآن مجید کو چھوڑ کر تورات و انجیل کی اتباع کرنے اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن چھوڑ کر دوسرے انبیاء علیہم السلام کی غلامی اختیار کرنے سے باز رکھنا بھی از حد ضروری ہے۔

اور اس کی صرف یہی صورت اس وقت قابلِ عمل ہے کہ ہم ان کتب قدیمہ اور انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زبانِ سرور و انبیاء علیہم السلام کی عظمت و حرمت اور قرآن مجید کی صداقت و حقیقت کے دلائل و براہین ان کے سامنے رکھیں اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت سے ان کو آگاہ کریں اور خاتم رسالت نبوت کا وہ خصوصیات ان کو بتلائیں جن کی وجہ سے آپ سلسلہ نبوت و رسالت کے

خاتم و فاتح قرار پائے اور مقصود و حاصل تاکہ غلامانِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی دوسرے نبی کی غلامی اختیار کرنے کا خیال تک بھی نہ آ سکے اور اہل کتاب یہود و نصاریٰ کو محبوب کبریاء علیہم السلام کی عظمتوں کے آگے سر نہیز جھکانا پڑے اور آپ کے طوق غلامی کو گلے میں ڈالنے پر ہی دیرین کی فوہ و فلاح نظر آئے۔

اس جذبہ کے تحت چند بشارات تورات و انجیل اور دیگر صحائف سے منتخب کر کے ہدیہ ناظرین کی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس حقیر سعی کو قبول فرمائے اور بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں منظور نظر ٹھہرائے اور اسے اہل ایمان ایقان کے ثبات و استقلال اور اہل کتاب کی ہدایت و ارشاد کا ذریعہ بنائے۔

وما ذاک علی اللہ بعزیز وهو ولی التوفیق علیہ توکلت والیہ
انبیاء و صلی اللہ علیہ سید الانبیاء والمرسلین وآلہ واصحابہ اجمعین
والتابعین لہم ربنا الاحسان الی یوم الدین

محمد اشرف سیالوی عفرلہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام على
سيد المرسلين رحمة العالمين احمد الحامدين ومحمد محمود دين
المبشرين في التوراة والانجيل وسائر صحائف الانبياء والمرسلين
وعلى آله واصحابه الكاملين الاكملين والتابعين لهم بالاخسان
الى يوم الدين اما بعد ! قرآن مجيد نے متعدد مقامات پر نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کے تورات وانجیل میں مذکور ہونے اور اہل کتاب کے ہاں جانے پہچانے نبی ہونے
کا دعویٰ کیا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اپنے متعلق اعلان رسالت کے ساتھ ہی
پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے کا اعلان کرنے اور بشارت
دینے کا دعویٰ کیا ہے۔

۱۔ ارشاد خداوند تبارک و تعالیٰ ہے۔

الذين يتبعون الرسول النبي الأمي الذي يجدهم مكتوباً عندهم
في التوراة والانجيل باسمهم المعروف وينهضهم عن التكرار
ويجدهم الطيبات ويخزم عليهم الخبايا ويضع عنهم
اصرهم والاعلال التي كانت عليهم فالذين آمنوا به وعزروه
ونصروه واتبعوا النور الذي انزل معه اولئك هم المفلحون
ترجمہ :- وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی امی ہے کہ

جن کو لکھا ہوا پاتے ہیں اپنے ہاں تورات وانجیل میں وہ حکم دیتے ہیں ان کو نیکی کا
اور منع کرتے ہیں برائی سے اور حلال ٹھہراتے ہیں ان کے لئے سب پاکیزہ چیزیں
اور حرام ٹھہراتے ہیں ان پر ناپاک چیزیں اور اتارتے ہیں ان پر سے ان کے بوجھ
اور وہ پابندیاں سخت جو ان پر تھیں۔ پس جو لوگ ان پر ایمان لائے اور ان کی تعظیم و
تکریم کی اور ان کی امداد و اعانت کی اور تابع ہوئے اس نور کے جو ان کے ساتھ
نازل کیا گیا ہے وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ (سورہ اعراف ۹)
اس آیت مبارکہ میں نہ صرف آپ کے بشارات اور تذکروں کا تورات وانجیل
میں مرقوم ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے بلکہ بہت سے صفات کمال اور مقاصد بعثت
کے وہاں مذکور ہونے کا دعویٰ بھی کیا گیا ہے جن کے مطابق آپ کی بعثت ہوئی اور
ان کتابوں کی حقانیت واضح ہوئی۔

۲۔ فرمان باری تعالیٰ ہے :-

واذا اخذ الله ميثاق النبيين لما آتيتكم من كتاب وحكمة ثم
جاءكم رسول مصدق لما معكم لتؤمنن به ولتنصرنه الآية۔
اے محبوب یاد کرو اس وقت کو جب اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے عہد لیا کہ جب
عطا کروں تمہیں کتاب اور حکمت پھر تمہارے پاس آئے۔ وہ رسول جو تصدیق
کرنے والا ہے ان آیات کی جو تمہارے ساتھ ہیں تو ضرور بالضرور ایمان لاؤ گے ساتھ
ان کے اور ضرور بالضرور ان کی مدد کرو گے۔

یہاں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف انبیاء علیہم السلام کی لائی ہوئی
کتاب اور آیات کے لئے تصدیق کی نسبت کی گئی ہے۔ اور تصدیق کی فی الجملہ
ایک صورت یہ ہے کہ جو کچھ صفات و کمالات اور اخلاق و اطوار آپ کے انہوں
نے بیان فرمائے آپ ان کے مطابق تشریف لائے۔ لہذا اس طرح ان کی تصدیق

ہو گئی۔

۳۔ ارشاد رب العزت ہے۔

واذ قال عيسى بن مريم يبنى اسرائيل انا رسول الله اليكم مصدقا
لما بين يدي من التوراة ومبشرا برسول ياتي من بعدى اسمه احمد
(سورة صف ۲۸)

ترجمہ :- اور یاد کرو اے محبوب اس وقت کو جب کہ عیسیٰ بن مریم علیہ
السلام نے فرمایا اے نبی اسرائیل بے شک میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تمہاری طرف
درآئیکہ تصدیق کرنے والا ہوں اپنے سے پہلی کتاب تورات کی اور شہادت
دینے والا ہوں اس رسول کی جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام نامی احمد ہے۔
اس آیت کریمہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دعویٰ رسالت کے ساتھ ہی
تورات کی تصدیق اور پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت کا اعلان کیا
گیا ہے اور ان کے نام مقدس اور شانِ حادیت اور محمودیت یا دونوں کی تصریح
بھی کر دی گئی ہے کیونکہ احمد اشہر کی طرح ہو تو بہت زیادہ حمد کیا ہوا کا معنی ادا
کرے گا اور اعلم کی طرح ہو تو بہت زیادہ حمد کرنے والا کا معنی ادا کرے گا اور دونوں
خوبیاں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں موجود ہیں۔ حامد بھی ہیں اور محمود بھی بلکہ حامدین
میں سب سے سابق لہذا احمد کہلائے اور محمودین میں سب سے اکمل لہذا محمد کہلائے
۴۔ فرمان خداوند جل و علی ہے۔

وكانوا من قبل يستفتون على الذين كفروا فلما جاءهم ما
عرفوا كفروا به فلعنة الله على الكافرين۔

ترجمہ :- اور اس سے قبل یہودی لوگ آپ کے ساتھ دشمنوں پر فتح طلب
کیا کرتے تھے پس جب وہ رسول آگئے جن کو انہوں نے پہچان رکھا تھا اور پوری

پوری معرفت حاصل کر رکھی تھی تو ان کے ساتھ کفر کیا پس اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے کفر
کرنے والوں پر۔

اس آیت کریمہ کے دو معانی بیان کئے گئے ہیں ایک یہ کہ کفار و مشرکین کے
ساتھ جگ کرتے وقت ان پر فتح و نصرت اور غلبہ حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ
کی بارگاہ میں اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام نامی اور اسم گرامی کا وسیلہ
پیش کرتے ہوئے عرض کرتے تھے۔

اللهم انصرنا بيني و بيني آخر الزمان

اے اللہ پیغمبر آخر الزمان کے صدقے میں ہماری امداد فرما اور اللہ تعالیٰ آپ
کے طفیل انہیں فتح و نصرت عطا فرماتا تھا۔

دوسرا معنی یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہود جب اپنے اعداء اور مخالفین کے ساتھ
مقابلہ و مقاتلہ میں عاجز آتے تو انہیں بتلاتے کہ عنقریب نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کا ظہور ہونے والا ہے اور ہم ان کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو کر تمہیں نصیحت
نالہ و دریں گے لیکن جب آپ تشریف لائے تو وہ کفار و مشرکین یعنی اوس و
خزرج تو مشرف باسلام ہو گئے اور یہ منکر اور کافر بالآخر انہیں کے ہاتھوں ذلت
اور رسوائی کے ساتھ دوچار ہوئے کچھ قتل ہوئے اور کچھ جلا وطن اور اس کفر و تجرد کا
موجب صرف یہ حد تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور بنی اسماعیل میں
کیوں ہوا نہ کہ کوئی غلط فہمی یا معرفت میں کمی۔

۵۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

الذين ايتناهم الكتاب يعرفونه كما يعرفون ابناءهم وان
فريقاً منهم وليكفون الحق وهم يعلمون۔

ترجمہ :- جن لوگوں کو ہم نے کتاب (تورات) عطا کی ہے وہ اس

پہنچ کر اس طرح پہنچاتے ہیں جیسے کہ اپنے بیٹوں کو اور بے شک ان میں ایک جماعت
البتہ حق کو چھپاتی ہے۔ حالانکہ انہیں اچھی طرح علم ہے (کہ حقیقت حال کیا ہے اور
کتمان حق کی سزا کیا ہے۔ مگر خدا نے ان کے لئے اعتراف حق کی کوئی گنجائش نہ
چھوڑی اور اتباع رسالت کے ذریعے ابدی راحتوں کے حاصل کرنے کی بجائے جہنم
کی دہشتی آگ کا انگارہ بننا ان کے لئے سہل کر دکھلایا :-
اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے :-

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُّوْكُمْ مِّنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كِفَارًا
حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَقِّ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِكُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ -

ترجمہ :- بہت سے اہل کتاب اس امر کی خواہش رکھتے ہیں کہ تمہیں دولتِ
ایمانی سے بہرہ ور ہونے کے بعد کفر کی طرف لوٹا دیں۔ یہ سبب اس حد کے جو ان کے
اندر سے پیدا ہونے والا ہے باوجودیکہ حق ان پر واضح ہو چکا ہے تو ان سے عفو اور
درگزر کر دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیجے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے
چنانچہ بار بار عفو و درگزر کرنے اور مہلت پر مہلت دینے کے باوجود جب
ان کی آتشِ حسد سرد نہ ہوئی اور اہل اسلام کے خلاف سازشوں اور ریشہ دانیوں
کا سلسلہ بند نہ کیا تو اللہ تعالیٰ کا حکم موعوداً پہنچا اور بنو قریظہ قتل ہوئے اور بنو النضیر
جلاوطن اور مالی و دولت و قیادت جس کے حرص و لالچ میں کتمانِ حق
کا ارتکاب کیا وہ نہ ان کو دینی عذاب اور دولت و رسوائی سے بچا سکا اور نہ
آخری عذاب سے بچا سکے گا۔ کما قال تعالیٰ

٤- واذا اخذ الله ميثاق الذين اوتوا الكتاب لتيثينه للناس ولا تكتمونه فنبذوه وراء ظهورهم واشتروا به ثمنا قليلا فبئس

مایشتر و ن ۔ لا تحسین الذین یفرحون بما اتوا ویحجون ان یحمدوا
بما لم یفعلوا فلا تحسبنهم بغاۃ من العذاب ولهم عذاب الیم
ترجمہ :- اے محبوب یاد کرو اس وقت کو جب اللہ تعالیٰ نے عہد لیا ان
لوگوں سے جو کتاب دینے گئے تھے کہ تم ضرور بالضرور اسے لوگوں کے لئے بیان کرنا
اور اس کو بالکل نہ چھپانا لیکن انہوں نے اس کے پس پشت پھینک دیا اور اس کے
عرض قلیل و حقیر مال حاصل کیا۔ پس بُرا ہے وہ جو خریدتے ہیں نہ گمان کرو ان لوگوں کو جو
خوش ہوتے ہیں اس پر جس کا ان تکاب کرتے ہیں اور پسند کرتے ہیں کہ تعریف کئے جائیں
ساتھ اس کے جو انہوں نے نہیں کیا تو ہرگز انہیں عذاب سے نجات پانے والے نہ
سمجھیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اس جگہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے نبی اُمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بشارات اور ان کے اوصاف و کمالات کو لوگوں کے سامنے بیان کے عہد کا اور اس کو پورا نہ کرنے کا ذکر فرمایا اور ان کے حرص و لالچ اور طبعی خست اور کمینگی کا اظہار فرمایا کہ دینی حقیقہ مال کے عوض اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا اور اپنی عاقبت کو خراب کیا اور عہد ویمان کے باوجود کتمان حق جیسے فضیل فعل سے گریز نہ کیا۔

الغرض اس قسم کی بہت سی آیات ہیں جن میں اس امر کا دعویٰ کیا گیا ہے کہ نبی عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کتب سابقہ میں ہے اور انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کو آپ کی آمد کی بشارات دیں اور جنہوں نے انکار کیا یا بغض و حسد کی وجہ سے اور یا دنیوی حقیر متاع فانی کے لالچ میں ور نہ آپ کو وہ اس طرح بغیر کسی اشتباہ و التباس کے جانتے پہچانتے تھے جس طرح اپنے بیٹوں کو۔

اگر ان دعاوی کے رد و انکار کی یہود و نصاریٰ کے لئے کوئی گنجائش ہوتی تو
بغیر ایک لمحہ کے توقف کے سبھی یہود و نصاریٰ بنی عربی صلی اللہ علیہ آہ وسلم کے پاس

دوڑ کر آتے اور آپ کے غلاموں کو بھی جمع کرتے اور یہ چیلنج دے دیتے کہ یہ ہے تورات انجیل دکھلاؤ کہاں تمہارا ذکر ہے اور تمہارے آنے کی بشارت یا تمہاری کوئی علامت اور نشانی موجود ہے۔ اگر دکھلاؤ تو ہم ابھی مسلمان ہوتے ہیں اور اگر کوئی بشارت اور علامت آپ کی ان کتابوں سے نہ مل سکے اور یقیناً نہیں مل سکے گی تو تم دعویٰ نبوت سے باز آؤ اور تمہارے حلقہ غلامی میں آنے والوں کو بھی تو یہ کرنی اور تمہارا دامن

چھوڑنا لازم ہو اس نئے دین و مذہب سے بے زاری کا اعلان لازم جب کہ وہ خود قرآن کتابت کے ماہر تھے اور تعلیم یافتہ جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اُمّی اور آپ کی اُمت بھی اُمّی تھی۔

تو کتنا جلد فیصلہ ہو جاتا اور اپنی اسلام کو لا جواب کرنے کا کتنا سنہری موقعہ ہاتھ آ جاتا قریش مکہ ظلم و ستم اور جبر و استبداد کے باوجود اسلام کی روز افزوں ترقی کے آگے جو بند نہیں باندھ سکے تھے اور بالآخر جنگ و جدال اور حرب قتال اور کشت و خون پر اتر آئے تھے۔ یہود و نصاریٰ صرف اس ایک اعلان کے خلاف واقع ہونے اور کذب و افتراء ہونے کو ثابت کر کے خود بھی محفوظ و مامون ہو سکتے تھے اور اپنے مذہب کا بھی تحفظ کر سکتے تھے اور اسلام کی نشوونما اور ترقی و اشاعت کو بھی بالکل ختم کر سکتے تھے لیکن وہ قطعاً اس قسم کی جرات نہ کر سکے اور پڑھے لکھے علماء و فضلاء اور تورات و انجیل کے مدرس و مفسر اس نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعویٰ کو کھٹیلانہ سکے اور جو سعادت مند تھے وہ اس چہرہ اقدس کو دیکھتے ہی پکار اٹھے ماہذا جو جبر کذاب یہ چہرہ جھوٹا نہیں ہو سکتا اور آپ کے برحق نبی ہونے کی علانیہ شہادت دی جیسے حضرت عبداللہ بن سلام حضرت کعب احبار اور دیگر حضرات اور اسی قسم کے خوش بخت لوگوں کی شہادت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی شہادت کے ساتھ شامل کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت و حقانیت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا :-

قل کفی باللہ شہیداً بینی و بینکم و من عندہ علم الکتاب

میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ اور کتابِ تورات کا علم رکھنے والوں کی شہادت کافی ہے۔

جو اذلی بد بخت اور محروم تھے وہ صرف کفارِ قریش کے ساتھ سازشوں اور حیلہ سازیوں کے ذریعے اسلام اور اہل اسلام کو نقصان پہنچانے کی سعی لا حاصل کرتے رہے جس کے نتیجہ میں خود نیست و نابود ہو گئے اور یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی کہ بنی امی فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ دعویٰ برحق ہے اور آپ واقعی تورات و انجیل کی پیشگوئیوں کے مطابق صفحہ دہر پر قدم رنجہ فرما ہوئے اور تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کی نبوت و رسالت کی تصدیق اس طرح بھی فرمائی کہ: اپنے دور کے سچے رسول اور نبی تھے اور میں طرح بھی کی جو کچھ آپ کے متعلق انہوں نے بتلایا تھا اس کے عین مطابق آپ کا ظہور ہوا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک

آئیے اب تورات و انجیل اور صحفِ انبیاء علیہم السلام کا ورق گردانی کرتے ہیں اور اس محبوبِ کریم علیہ السلام کی عظمتِ شان پر مشتمل وہ آیات تلاش کرتے ہیں جن کا کلام مجید نے اتصالاً ذکر فرمایا ہے تاکہ ہمارا عقیدہ مزید پختہ ہو جائے۔ علم الیقین حق الیقین کے ساتھ بدل جائے اور مزید اطمینانِ قلب حاصل ہو جائے اور ہم سادہ لوح اہل کتاب کو گمراہی و ضلالت سے بچانے اور انہی کی کتابوں سے راہِ حق ان پر واضح کرنے کی کوشش کریں۔ ہو سکتا ہے کوئی محروم ہدایت ہماری اس ناتمام کوشش اور جدوجہد سے ہدایت کے بامِ رفیع تک پہنچ جائے اور ابدی سعادتوں سے بہرہ ور ہو جائے۔

﴿وَمَا ذَاكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَىٰ

خَيْرِ خَلْقِهِ وَ مَظْهَرِ لُطْفِهِ وَ آلِهِ وَ صَحْبِهِ أَجْمَعِينَ﴾

اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُورِي

اور انجیل مقدس

۱۔ یسوع نے جواب دیا جبکہ اللہ نے مٹی کا ایک ٹکڑا پیدا کیا اور اس کو پچیس ہزار سال بغیر اس کے ڈال رکھا کہ کچھ اور کرے، شیطان نے جو کہ کاہن اور فرشتوں کے سردار کی مانند تھا بوجہ اس بڑے اور اک کے جو اس کو حاصل تھا۔ معلوم کر لیا کہ بے شک اللہ اسی مٹی کے ٹکڑے سے ایک لاکھ اور چوبیس ہزار بیویوں کو بنائے گا جن کو نبوت کی عزت دی گئی ہوگی اور رسول اللہ کو بھی جس کی روح اللہ نے ہر ایک دیگر چیز سے ساٹھ ہزار سال قبل پیدا کی ہے اور اسی لیے شیطان غضبناک ہوا۔

ص ۵۳، ۵۴ فصل ۳۵

۲۔ پس جبکہ آدم اپنے پیروں پر کھڑا ہوا اس نے آسمان میں ایک تحریر سورج کی طرح چمکتی دیکھی جس کی عبارت تھی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ تب آدم نے اپنا منہ کھولا اور کہا میں تیرا شکر کرتا ہوں۔ اے میرے پروردگار اللہ کیونکہ تو نے مہربانی کی پس مجھ کو پیدا کیا لیکن میں تیری منت کرتا ہوں کی تو مجھے خبر دے کہ ان کلمات کے کیا معنی ہیں مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ تب تیری منت کرتا ہوں کہ اے میرے بندے آدم اور میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تو پہلا انسان اللہ نے جواب دیا مہربان ہے تجھ کو اے میرے بندے آدم اور میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تو پہلا انسان ہے جس کو میں نے پیدا کیا اور یہ شخص کو تو نے دیکھا ہے تیرا ہی بیٹا ہے۔ جو کہ اس وقت کے بہت سال بعد دنیا میں آئے گا اور وہ میرا ایسا رسول ہوگا کہ اس کے لئے میں نے سب چیزوں کو پیدا کیا ہے وہ رسول کہ جب آئے گا دنیا کو ایک روشنی بخشے گا یہ وہ نبی ہے کہ اس کی روح ایک آسمانی روشنی میں ساٹھ ہزار سال قبل اس کے رکھی گئی تھی کہ میں کسی چیز کو پیدا کروں۔

ص ۶۰ فصل ۳۹

۳۔ اس وقت یسوع نے کہا میں ایک آواز شور مچانے والی ہوں تمام یہودیہ میں جو کہ چھٹی ہے کہ پروردگار کے رسول کا راستہ درست کرو۔ جیسے کہ اشعیاء میں لکھا ہوا ہے۔۔۔۔۔ انھوں نے کہا جبکہ تو مسیح ہے نہ ایلہاء نہ کوئی اور نبی تو پھر کیوں ایک نئی تعلیم کی بشارت دیتا ہے اور اپنے آپ کو مسیحا محمد رسول اللہ سے بہت بڑھ کر شاندار بتاتا ہے، یسوع نے جواب دیا تحقیق خدا کی نشانیاں جو اللہ میرے ہاتھ سے نمایاں کرتا ہے وہ ظاہر کرتی ہیں کہ میں وہی کہتا ہوں جو نہ اکا ارادہ ہوتا ہے اور میں اپنے آپ کو اس کا مانند شمار نہیں کرتا جس کی نسبت تم کہہ رہے ہو کیونکہ میں اس کے لائق بھی نہیں ہوں کہ اس رسول اللہ کے جوتے کے بند یا نعلین کے تسمے کھلوں جس کو تم مسیحا کہتے ہو وہ جو کہ میرے پہلے پیدا کیا گیا اور اب میرے بعد آئے گا اور وہ بہت جلد کلام حق کے ساتھ آئے گا اور اس کے دین کی کوئی انتہا نہیں ہوگی۔

فصل ۳۲ ص ۶۶۔ آیت ۱۷ تا ۱۸

۴۔ پس آدم نے بمنت یہ کہا اے پروردگار یہ تحریر مجھے میرے ہاتھ کی انگلیوں کے ناخن پر عطا فرما۔ تب اللہ نے پہلے انسان کو یہ تحریر دونوں انگلیوں پر عطا کی، داپنے ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن پر یہ عبارت لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن پر یہ عبارت مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ تب پہلے انسان نے ان کلمات کو پوری محبت کے ساتھ بوسہ دیا اور اپنی دونوں آنکھوں سے ملا اور کہا مبارک ہے وہ دن جس میں کہ تو دنیا کی طرف آئے گا۔

فصل ۳۹ ص ۶۰۔ آیت ۱۳ تا ۱۴

تبصرہ:-

انجیل برناس کی چار عبارتیں آپ کے سامنے ہیں جن سے درج ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اور منیر ہونا۔

۲۔ عیسیٰ علیہ السلام بلکہ آدم علیہ السلام بلکہ دنیا کی تمام چیزوں سے پہلے پیدا کیا جانا۔

۳۔ آپ کے نام اقدس کا اللہ تعالیٰ کے نامی نامی اور اسم گرامی کے ساتھ آسمان اور عالم بالا میں نقش ہونا۔

۴۔ انگوٹھے چومنے کا سنت آدم علیہ السلام ہونا وغیرہ

امراول کا ثبوت اس جملہ سے ہے کہ وہ رسول جبکہ دنیا میں آئے گا تو دنیا کو ایک روشنی بخشے گا اور ظاہر ہے جو خود نور نہ ہو وہ دوسروں کو نورانی کیسے بنا سکتا ہے اور یہی مضمون قرآن کریم کی ان دو آیات میں مذکور ہے۔ ﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ﴾، ﴿ذَاعَيْنَا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَبَسِّرَاجًا مُبِينًا﴾ اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی حقیقت واضح ہوتی ہے لہذا انجیل و قرآن اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نور اور منیر ہونے کی شان واضح ہو گئی لہذا کسی مسلمان کے لئے اس میں تردد کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے۔

امر ثانی:-

انجیل سے نقل کردہ تینوں عبارات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود عنصری اور جسمانی حالت میں مبعوث ہونے سے قبل روحانی اور نورانی حالت میں موجود ہونا بصراحت مذکور ہے۔ تیسری عبارت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے پیدا کیا جانا اور بعد میں مبعوث ہونا مذکور ہے اور پہلی دونوں عبارات میں دنیا کی ہر چیز سے ساٹھ ہزار سال پہلے پیدا کیا جانا واضح ہے اور یہ حقیقت مسلم ہے کہ ارواح اجسام سے پہلے پیدا کیے گئے تھے لہذا اگر روح محمدی علی صا جہا الصلوٰۃ والسلام آدم علیہ السلام اور دنیا کی ہر چیز سے پہلے موجود ہو تو اس میں تعجب کی کوئی جگہ ہے

اور یہ مضمون بھی قرآن و حدیث کے ناقابل تشکیک دلائل سے مبرہن جیسے کہ ہم نے بھی مستقل رسالہ "تنویر الابصار" میں مفصل طور پر بیان کیا ہے۔

سوال:-

یہاں سے تو صرف روح اقدس سے پہلے پیدا کئے جانے کا ثبوت ملا اور ارواح سب کے نورانی ہیں۔ پھر آپ کی خصوصیت نورانیت کے لحاظ سے کیا ہوئی؟

جواب:-

آپ کے روح اقدس کا سب اشیاء سے قبل پیدا کیا جانا بھی آپ کی خصوصیت ہے اور آپ کا نور ہونا بھی آپ کی خصوصیت ہے اول الذکر کا ثبوت تو عبارت سے واضح ہے اور ثانی کے اختصاص کی صورت یہ ہے کہ ارواح حقائق مختلف ہیں اور ان میں باہم تفاوت موجود ہے جب ملائکہ نوری ہونے کے باوجود مختلف ہیں جبریل علیہ السلام اور دیگر ملائکہ مقررین کا نوری وجود عام ملائکہ سے علیحدہ ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روح اقدس اپنی نورانیت میں دوسروں سے ممتاز ہے۔ مثلاً سورج بھی نور، چاند بھی نور، ستارے بھی نور لیکن سورج کے مقابل ان کی نورانیت نہ ہونے کے برابر ہے۔ اسی طرح اس سراج منیر کی نورانیت اور ضیاء پاشیوں کے مقابل دوسرے انوار وہ حیثیت بھی نہیں رکھتے جو چاند اور ستارے سورج کے مقابلہ میں رکھتے ہیں۔

علاوہ ازیں انجیل کی عبارت میں صرف روح کا تخلیق میں مقدم ہونا ہی مذکور نہیں ہے بلکہ اس کا آسمانی روشنی میں موجود ہونا بھی مذکور ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ روح اقدس بھی نور اور اس کا وہ لباس بھی نور جس میں اس کو رکھا گیا دیکھنے ملائکہ کی حقیقت اور روح نور ہے مگر جسم ان کے ہوئی ہیں اور باوجود اس کے ان کو نوری تسلیم کیا جاتا ہے۔ تو سرور کونین صلی اللہ

علیہ وسلم کے نور ہونے میں شک و تردد کیوں جن کی روح بھی نور اور وہ لباس بھی نور جس میں اس کو رکھا گیا۔

امر ثالث :-

آدم علیہ السلام کا آسمان میں نورانی تحریر کے ساتھ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ لکھا ہوا دیکھنا اور جنت کے دروازے پر اسی طرح لکھا ہوا دیکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی واضح دلیل ہے کہ جہاں جہاں نقش الوہیت موجود ہے وہاں وہاں نقش رسالت بھی موجود ہے جس سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ نہ الوہیت باری کے لئے کسی مکان کی تخصیص ہے اور نہ ہی رسالت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مکان کی پابند ہے بلکہ آسمان وزمین کی ہر شے کو الوہیت خداوند تعالیٰ کی طرح رسالت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم محیط ہے اور روز اول سے آپ کی رسالت کا اس طرح اعلان آپ کے دوام رسالت کی بھی دلیل ہے اور تیسری عبارت کا آخری جملہ اس دعویٰ کے لئے روشن دلیل ہے۔ یعنی اور وہ بہت جلد کلام حق کے ساتھ آئے گا اور اس کے دین کی کوئی انتہا نہیں ہوگی اور یہ جملہ بھی کہ میں تو ایک شور مچانے والی آواز ہوں۔ تمام یہودیہ میں جو کہ چیختی ہے کہ پروردگار کے رسول کا راستہ درست کرو گویا پہلے تمام نبی ان کے خلفاء اور نائبین کی حیثیت سے کام کرتے رہے اصل وہ دور بھی آپ کی ہی رسالت کا تھا جس طرح یہ زمانہ والحمد للہ علیٰ دالک

علاوہ ازیں رسل کرام اور انبیاء عظام علیہم السلام میں سے صرف اس ہستی مقدس کی رسالت کا منقوش و مکتوب ہونا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ اصلی رسالت آپ کی ہے اور باقی سب طفلی ہیں اور آپ کی فرع

کلمے کی چراغ فلک طور اوست ہمہ نور ہا پر تو نور اوست

نوٹ :-

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عموم از روئے زماں و مکاں اور کائنات علوی و سفلی میں آپ کے نام اقدس کا مذکور و مکتوب ہونا ہماری کتاب کو ثرائیرات میں مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے وہاں ملاحظہ فرمادیں۔

انگوٹھے چومنے کا ثبوت

آدم علیہ السلام نے بسمت اللہ تعالیٰ سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ کی تحریر کو اپنے ہاتھ کے انگوٹھوں کے ناخنوں میں منتقل کرایا اور پھر دونوں کو بوسہ دے کر آنکھوں سے لگایا تو اس سے ثابت ہو گیا کہ انگوٹھے چومنا سنت آدم علیہ السلام ہے اور اس کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ انسانیت کی اور پہلے انسان نے ہی اس کا خیر کا آغاز فرمایا۔

اولیٰ عمل ہماری شریعت میں حدیث شریف اور علمائے اعلام کے ارشادات سے ثابت ہے حضرت علامہ امام سید محمد امین آفندی المعروف بابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ رد المحتار میں فرماتے ہیں ﴿يَسْتَحِبُّ أَنْ يَقَالَ عِنْدَ سَمَاعِ الْأُولَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَعِنْدَ الثَّانِيَةِ مِنْهَا قَوْلَ عَيْنِي بِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ﴾

﴿وَفِي الْفَتَاوَى صُوفِيَةٍ وَ كِتَابِ الْفَرْدُوسِ مِنْ قَبْلِ ظَهْرِي ابْهَامِيَّةٍ عِنْدَ سَمَاعِ أَشْهَادِ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللَّهِ فِي الْأَذَانِ أَنَا قَائِدُهُ وَ مَدْخُولُهُ فِي مِصْفُوفِ الْجَنَّةِ﴾

شامی رد المحتار جلد اول صفحہ ۲۹۲

ترجمہ:

جب پہلی مرتبہ اشہدان محمد رسول اللہ سے تو صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ اور جب دوسری مرتبہ سے توفیق عینی ہک یا رسول اللہ کہنا مستحب ہے پھر یہ کہہ اے اللہ مجھے فائدہ پہنچا میرے کانوں کے ذریعے اور آنکھوں کے ذریعے یہ اس وقت کہ جب دونوں آنکھوں کے ناخن دونوں آنکھوں پر رکھ چکا ہو اور مسند الفردوس میں حدیث ہے کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی اشہد ان محمد رسول اللہ سننے کے وقت اپنے دونوں آنکھوں کے ناخنوں کو بوسہ دے تو میں جنت کی صفوں میں اس کو داخل کروں گا اور اس کو اپنے ہاتھ سے بکڑ کر جنت میں لے جاؤں گا اسی طرح کاضمون طحاوی علی المراقی الفلاح کے باب الاذان میں موجود ہے اور اسی طرح ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری نے بھی موضوعات کبریٰ میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انگوٹھے چومنا ثابت ہے تو یہ عمل کے لیے کافی اور وافی دلیل ہے کیونکہ آپ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ راشد ہیں اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد پاک ہے ﴿علیکم بسنتی و سنتہ خلفاء الراشدين الامم المبیین﴾ تم پر میری سنت پر عمل کرنا لازم ہے اور میرے خلفائے راشدین کی سنت پر۔ اسی طرح عبارت امام عبدالرحمن شمس الدین سخاوی علیہ الرحمۃ نے المقاصد الحسنۃ میں تحریر فرمائی ہے اور حضرت امام اسماعیل حقی بروسی علیہ الرحمۃ نے تفسیر روح البیان میں اور اسی طرح تفسیر جلالین کے حاشیہ میں زیر آیت ﴿ان الله وملائکته يصلون علی النبی..... الخ﴾

مطبوعہ اصح المطابع کراچی

اور دیوبندیوں کے مائتہ ناز عالم عبدالشکور لکھنوی نے بھی اپنی کتاب علم الفقہ میں شامی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے یہی عبارت لکھی ہے

الغرض نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس پر انگوٹھے چومنا اور آنکھوں سے ملنا بدعت نہیں بلکہ انبیاء علیہم السلام میں سے خلیفہ اول حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے اور اس

امت مرحومہ میں سے خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت ہے اور امام الانبیا والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی سنت ہے اور آپ کی طرف سے اس پر عظیم شہادت بھی مروی و منقول ہے۔

سوال:-

آدم علیہ السلام نے تو ان مقدس نقوش اور کلمات طیبہ کو انگوٹھوں کے ناخنوں میں دیکھا تب بوسہ دیا اور ہمیں تو ایسا کوئی نقش نظر نہیں آتا ہے لہذا ہمارے انگوٹھے چومنے کا کیا جواز ہے؟

جواب:-

انبیاء علیہم السلام اور مقدس ہستیوں کے افعال اور ان کی سنت کو دیکھا جاتا ہے عل و اسباب کو نہیں دیکھا جاتا۔ دیکھئے ابراہیم علیہ السلام نے تین جگہ شیطان کو کنکریاں ماریں کیونکہ وہ ان کو درغلانے کا فاسد ارادہ رکھتا تھا اور ان کو اسماعیل علیہ السلام کے راہ خدا میں ذبح کرنے سے باز رکھنے کی کوشش کرتا تھا لہذا آپ نے اس کو نشانہ بنا کر وہ کنکریاں ماریں لیکن وہاں نہ شیطان نظر آتا ہے نہ ہمیں کسی خاص فعل سے باز رکھنے کی اس جگہ میں سعی کر رہا ہوتا ہے لیکن کنکریاں بہر حال مارتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے تشریف لے گئے کفار و مشرکین نے طعنہ دیا کہ ان کو یثرب کے تپ نے کمزور اور لاغر کر رکھا ہے انھوں نے کیا طواف کرنا ہے تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے صحابہ کعبہ کے گرد پہلے تین چکر دوڑ کر اور پھر چار چکر پہلو انوں کی طرح نہل کر لگاؤ تا کہ مشرکین کو تمھاری قوت و طاقت کا اندازہ ہو جائے اور تم پر کیے گئے اعتراض کا خود بخود جواب آ جائے۔ لیکن اب تک وہ سنت باقی ہے حالانکہ ان کافروں کا مدت مدید اور عرصہ بعید سے نام و نشان مٹ چکا۔ علی بن القیاس حضرت ہاجرہ کا صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے پانی

تلاش کرنے کی خاطر تھا۔ مگر اب نہ کسی کا بچہ بیابانہ دوڑ بھاگ کر پانی تلاش کرنے کی ضرورت مگر حکم اسی طرح باقی ہے تو معلوم ہوا مقدس بارگاہ خداوند تعالیٰ کے افعال و سنن کو دیکھا جاتا ہے نہ کہ ان کے علل و اسباب کو علی الخصوص جبکہ ہماری شریعت میں بھی یہ حکم موجود ہے۔ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

امر رابع :- آدم علیہ السلام نے فرمایا جبکہ وہ محبت پدری کے ساتھ انگوٹھوں کے ناخن چوم رہے تھے اور آنکھوں سے مل رہے تھے۔ "مبارک ہے وہ دن جس میں تو دنیا کی طرف آئے گا"۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا دن آپ کی نگاہ میں بہت بابرکت اور یادگار دن تھا اور یہ کہ آپ کے قدم میمنت لزوم نے دنوں اور مہ و سال کو بابرکت کیا نہ کہ آپ نے ان سے برکت حاصل کی اور یہی عقیدہ اہل اسلام کا اب بھی ہے اور کلام مجید نے واضح کر دیا کہ ہر وہ شے جس کو رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہوگئی عزت پاگئی، زندگانی پاک کی عظمت ارشاد خداوندی لَعُسْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ، سے ظاہر ہے یعنی مجھے آپ کی زندگی کی قسم آپ کے مخالفین اپنی مدہوشی اور بے ہوشی میں بھٹکے پھرتے ہیں۔ زمانہ اقدس کی عظمت وَالْعَصْرُ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ، سے ظاہر ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے آپ کی زندگی کی قسم بے شک ہر انسان خسارے میں ہے اور مکان کی عظمت و رفعت اس ارشاد خداوند تعالیٰ سے ظاہر ہے۔ لَا أَقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ، میں اس شہر مکہ کی قسم اٹھاتا جبکہ آپ اس میں نزول فرماہوں اور قدم رنجا فرما۔ الغرض قرآن مجید نے انجیل کے اس فرمان کی تصدیق کر دی۔ انجیل نے قرآن مجید میں مذکور مضامین کی تائید کر دی جس سے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کا مُصَدِّقٌ "لِمَا مَعَكُمْ" ہونا واضح ہے۔

والحمد لله على ذلك.

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

اور انجیل مقدس

۱۔ پس جب کہ آدم اپنے پیروں پر کھڑا ہوا اس نے آسمان میں ایک تحریر سورج کی طرح باقی دیکھی جس کی عبارت تھی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ۔۔۔ الخ
فصل ۳۹ ص ۶۰

۱۔ پھر اللہ پوشیدہ ہو گیا اور فرشتے میخائیل نے ان دونوں آدم و حوا کو جنت سے نکال دیا پس جبکہ آدم نے مڑ کر نگاہ کی اس نے فردوس کے دروازہ کی پیشانی پر لکھا دیکھا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ تب وہ اس وقت رویا اور کہا اے بیٹے کاش اللہ یہ ارادہ کرے کہ تو جلد آئے اور ہم کو اس کم بختی اور مصیبت سے چھڑائے۔

فصل ۳۱ ص ۶۲۔ آیت ۳۱۵۲۹

تبصرہ :-

ان دونوں عبارتوں میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت ذکر اور اللہ تعالیٰ کا آپ پر اللہ صی کرم ظاہر و واضح ہے اور ساتھ ہی ساتھ آدم علیہ السلام کا یہ عقیدہ بھی عیاں ہے کہ آپ اپنے لخت جگر کو اپنا وسیلہ اور سہارا لیتے تھے اس لئے یہ آرزو کی کہ اللہ تعالیٰ جلد آپ کو مبعوث فرمائے اور تم آکر ہمیں اس کم بختی اور مصیبت سے چھڑاؤ اور یہی حقیقت قرآن مجید نے بھی بیان فرمائی ہے قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فَتَلَقَّى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے چند کلمات سیکھ لئے اور ان کی بدولت اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول فرمائی جیسے کہ تفسیر درمنثور میں امام سیوطی نے اور مدارج النبوت میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی

نے اور دیگر اکابر نے ذکر کیا کہ وہ کلمات یہ تھے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ اور دوسری قرأت کے مطابق کلمات فاعل ہے اور آدم مفعول اور معنی یہ ہے جیسے کہ علامہ آلوسی نے روح المعانی میں ذکر فرمایا کہ کلمات یعنی جامع کمالات انبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدم علیہ السلام کی امداد و اعانت رب تعالیٰ کے لڑکے سے فرمائی اور حضرت عیسیٰ کلمۃ اللہ ہیں تو آپ کلمات ہیں کیونکہ جامع جمیع کمالات انبیاء ہیں۔

گویا انجیل نے آرزوئے آدم علیہ السلام کا ذکر کیا تو کلام مجید نے اس آرزو کی تکمیل کا اور اس تمنا کے برآئے کا لہذا دونوں میں موافقت و مطابقت ثابت ہوگئی اور ایک دوسرے کی تائید و تصدیق۔ والحمد لله علیٰ ذالک۔

شان لولاک اور

انجیل مقدس

۱۔ اور وہ محمد رسول اللہ میرا بیارسل ہوگا کہ اس کے لئے میں نے سب چیزوں کو پیدا کیا ہے وہ رسول کہ جب آئے گا تو سب دنیا کو روشنی بخشے گا۔

فصل ۳۱ ص ۶۰

۲۔ اور یوں جب اس اللہ نے نمل کا ارادہ کیا سب چیز سے پہلے اپنے رسول کی روح پیدا کی وہ رسول جس کے سبب سے تمام چیزوں کے پیدا کرنے کا قصد کیا۔

فصل ۳۳ ص ۶۸۔ آیت ۱۰، ۹

۳۔ اور رسول اللہ ان تمام نبیوں کو جمع کرنے جائے گا جن سے کہ وہ یہ خواہش کرے گا کہ وہ اس کے ساتھ چلیں تاکہ اللہ کی جناب میں مومنوں کے لئے منت کریں پس ہر ایک خوف کی وجہ سے عذر کرے گا اور قسم ہے اللہ کی زندگانی کی کہ بے شک میں بھی وہاں نہ جاؤں گا کیونکہ میں

ہاں ہوں جو کچھ کہ جانتا ہوں اور جس وقت کہ اللہ اس بات کو دیکھے گا وہ اپنے رسول کو یاد دلا دے گا کہ کیونکہ اس نے سب چیزوں کو اس کی محبت کے لیے پیدا کیا ہے تب اس رسول کا خوف جاتا ہے گا اور وہ محبت اور ادب کے ساتھ عرش کی طرف بڑھے گا اور فرشتے گاتے ہوں گے برکت والا ہے تیرا قدوس نام اللہ ہمارے معبود اور جبکہ وہ عرش کے نزدیک آپہنچے گا اللہ اپنے رسول کے لئے یوں پردہ کھول دے گا کہ ہر ایک دوست اپنے دوست کے لئے ملاقات پر لمبی مدت گزرنے کے بعد دروازہ کھول دیتا ہے۔

اور رسول اللہ پہلے بات چیت کی ابتداء کر کے کہے گا میں تیری عبادت اور تجھ سے محبت کرتا ہوں اے میرے معبود اور اپنے تمام دل اور جان سے تیرا شکر کرتا ہوں کیونکہ تو نے ارادہ کیا میں مجھ کو پیدا کیا تاکہ میں تیرا بندہ بنوں اور تو نے ہر چیز کو میری محبت کے سبب پیدا کیا تاکہ میں تیرے عزیز کی وجہ سے اور ہر چیز کے اندر اور ہر چیز سے بڑھ کر تجھ سے محبت کروں۔۔۔۔۔ الخ

اور اللہ اپنے رسول سے یہ کہہ کر کلام کرے گا کہ خوب آیا تو اے میرے امانتدار بندے میں تو مانگ تجھ کو ہر چیز ملے گی تب رسول اللہ جواب دے گا اے رب تو یاد کر کہ تو نے جب مجھ کو پیدا کیا اس وقت کہا تھا کہ بے شک تو نے ارادہ کیا ہے کہ دنیا اور جنت اور فرشتوں اور آدمیوں کو میری محبت میں پیدا کیا ہے تاکہ وہ میرے ساتھ تیری بزرگی کریں میں جو کہ تیرا بندہ ہوں اسی لئے تیری جناب میں منت کرتا ہوں اے پروردگار محبوب رحیم اور عادل کہ تو اپنا وعدہ اپنے بندے کے ساتھ یاد کر۔۔۔۔۔ تب اللہ ایک ایسے دوست کی مانند جو اپنے دوست سے ہنسی کرتا ہے وہ اب دے گا اور کہے گا کہ کیا تیرے پاس اس بات پر کچھ گواہ بھی ہیں۔ اے میرے دوست محمد

وہاں رہ ادب کے ساتھ کہے گا بے شک اے رب۔۔۔۔۔ تاکہ۔۔۔۔۔ تب رسول اللہ دے گا وہ یہ ہیں آدم، ابراہیم، اسماعیل، موسیٰ، داؤد اور یسوع مریم کا بیٹا علیہم السلام پھر وہ کہہ گا کہ وہ حاضر ہو جائیں گے اللہ ان سے کہے گا کیا تم اس بات کو یاد رکھتے ہو جسے میرے رسول

[illegible]

فصل ۵۵ ص ۸۶-۸۷ آیت ۳۹ تا

۴۔ عورت نے کہا شاید تو ہی یہ پیغمبر آخر الزماں ہے اے سید، یسوع نے جواب دیا حق یہ ہے کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی طرف خلاص کا نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں لیکن میرے بعد جلد ہی مسیح اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا تمام دنیا کے لئے آئے گا وہ مسیح کہ اللہ نے اسی کی وجہ سے دنیا کو پیدا کیا ہے اور اس وقت تمام دنیا میں اللہ کو سجدہ کیا جائے گا اور رحمت حاصل کی جائے گی۔

فصل ۸۲ ص ۱۲۲ - آیت ۱۶، ۱۷

۵۔ کاہن نے جواب میں کہا: یسویٰ کی کتاب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ہمارا اللہ عنقریب

[illegible]

فصل ۹۶ ص ۱۴۴ - آیت ۳ تا ۱۳

۱۔ تب اس وقت کاہن نے کہا: مسیحا کا نام کیا رکھا جائے گا؟ اور وہ کیا نشانی ہے جو اس کے آنے کا اعلان کرے گی؟ یسوع نے جواب دیا: مسیحا کا نام عجیب ہے اس لئے کہ اللہ نے جس وقت اس کی ذات کو پیدا کیا اور اسے آسمانی روشنی میں رکھا خود ہی اس کا نام بھی رکھا۔ اللہ نے کہا اے محمد تو مہر کر اس لئے میں تیرے لئے ہی جنت اور دنیا اور مخلوقات کی بڑی بھاری بھیڑ جس کو کہہ تجھے بخشوں گا پیدا کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں یہاں تک کہ جو تجھے برکت دے گا وہ مبارک ہوگا اور جو اللہ پراعت کرے گا وہ ملعون ہوگا اور جس وقت میں تجھ کو دنیا میں بھیجوں گا تجھے نجات کے لئے اپنا

رسول بناؤں گا اور تیرا کلام سچا ہوگا یہاں تک کہ آسمان اور زمین دونوں کمزور ہو جائیں گے مگر تیرا ایمان کبھی کمزور نہ ہوگا تحقیق اس کا مبارک نام محمد ہے۔ اس وقت عام لوگوں نے یہ کہتے ہوئے شور مچایا اے اللہ تو ہمارے لئے اپنے رسول کو بھیج اے محمد تو جلد دنیا کو نجات دینے کے لئے آ۔

فصل ۷ ص ۱۳۶-آیت ۱۹۲-۱۹۳

۷۔ پس تو ہی اے پروردگار ہم کو شیطان اور بدن اور دنیا سے نجات دلا جس طرح کہ تو نے اپنے مصطفیٰ کو نجات دی اپنی ذات پاک کی خاطر سے اور اپنے رسول کا اکرام کرنے کے لئے وہ رسول کہ اسی کے لئے تو نے ہم کو پیدا کیا ہے اور اپنے کل قدوسیوں اور نبیوں کے اکرام کے لئے۔

فصل ۱۲ ص ۱۸۱-آیت ۲۶۵-۲۶۶

۸۔ اے وہ پروردگار معبود جو کہ اپنی عنایت سے تمام ضروریات اپنی قوم اسرائیل کے پورے کرتا ہے تو ان سب زمین کے قبائل کو یاد کر جن سے تو نے یہ وعدہ کیا ہے کہ ان کو اپنے اس رسول کے ذریعے برکت دے گا جس کے سبب سے تو نے دنیا کو پیدا کیا ہے۔ دنیا پر رحم کر اور اپنے رسول کے بھیجنے میں جلدی کرتا کہ وہ رسول تیرے دشمن شیطان سے اس کی مملکت کو چھین لے۔

انجیل برنباس ص ۲۹۴-فصل ۲۱۲-آیت ۱۸، ۱۷

تبصرہ

ان آٹھ عبارات سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول معظم نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر تمام دنیا اور ہر مخلوق کو پیدا کیا ہے اور مقصود مطلوب اللہ تعالیٰ کا آپ کی ذات گرامی ہے۔ اور تمام دنیا انبیاء و رسل اور ملائکہ وغیرہ کو آپ کے طفیل وجود و ہستی اور انعامات و کرامات سے نوازا ہے اور یہی مضمون قرآن مجید اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہے، سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **رَأْسًا خَلَقْتُ النَّبِيَّ دَاهِلَهَا لَا تُخَرِّقُهُمْ مَنَزِلَتَكَ وَكَوْنَتَكَ عَيْدِي**، (رشتا شریف، خصائص کبریٰ) میں نے دنیا اور اہل دنیا کو پیدا ہی اس لیے کیا ہے کہ ان کو آپ کی عزت و کرامت اور منزلت و مرتبت دکھلائوں اور آدم علیہ السلام کو فرمایا: **رَكُوْا مَحَمَّدًا مَا خَلَقْتُكَ**، اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا اور حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: **رَكُوْا مَحَمَّدًا مَا خَلَقْتُكَ**، **وَلَا الْجَنَّةَ وَلَا النَّارَ**، اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں نہ آدم کو پیدا کرتا اور نہ ہی جنت و دوزخ کو، (خصائص کبریٰ جلد اول ص ۷۰۶)

اور اسی طرح کلام مجید کے اس ارشاد سے بھی آپ کا مقصد تخلیق کائنات ہونا واضح ہے: **وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّيٰ جَاعِلٌ فِي الدُّنْيَا خَلِیْفَةً**، کیونکہ خلافت آدم کا ذکر کرتے وقت ربوبیت کی نسبت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کہنا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اس سلسلہ خلافت سے مقصد صرف آپ کی ربوبیت ہے اور آپ کی شان محبوبیت کا اظہار اور اسی

طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی بھی اس دعویٰ کی بین دلیل ہے "وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ لَقُوتُوا مِنْ رَبِّهِ وَاتَّقُوا لَعْنَتِي أَلَسْتُمْ بِمُفْهِمِينَ"۔ رسول کا اپنے دعویٰ نبوت و رسالت سے دستبردار ہونا اور آپ پر ایمان لانے کا اور دین اسلام کی تائید و نصرت کا پابند ہونا، آپ کے سلسلہ انبیاء و رسل میں سے مقصد اولین ہونے کی روشن دلیل ہے اور یہ طبقہ تمام مخلوق کے افضل و اعلیٰ ہے اور سب کا تنبوع و مطاع اور آقا و سرور ہے تو پھر آپ کا ساری کائنات میں سے مقصود خداوند اور مطلوب و محبوب ہونا بدیہی طور پر ثابت ہو گیا اور اس طرح انجیل و قرآن اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا باہم تطابق واضح ہو گیا۔ والحمد للہ علیٰ ذلک

۲۔ تیسری عبارت کے غور و در علم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و عظمت اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس کا قرب اور سب انبیاء و رسل اور ائمہ و خلائق کا آپ کی طرف محتاج ہونا اور آپ کا سب کو اپنی شان رحیمی سے اور کرم عمیم سے نوازنا صاف عیاں ہے اور قرآن کریم کے اس اعلان کی واضح تائید و تصدیق ہے "عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّخْمُودًا" غفریب تمہیں تمہارا رب مقام محمود پر فائز فرمائے گا اور وہ یہی منصب شفاعت عظمیٰ ہے۔

۳۔ پانچویں عبارت میں پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا جنوب کی طرف سے آنا اور اصنام و پرستوں کو ہلاک کرنا اور عیسیٰ علیہ السلام کے صحیح منصب یعنی عبد اللہ و رسولہ کا تعین فرمانا اور افراط و تفریط کو ختم کرنا ذکر کیا گیا ہے اور یہ علامات صرف اور صرف محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم

میں پائی گئی ہیں نہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے رسل میں جنہوں نے اس غلط فہمی میں
 عام لوگوں کو مبتلا کر کے تعلیمات عیسیٰ علیہ السلام کو مسخ کر دیا اور ان کی ساری
 زندگی صرف تبلیغی دورے کرتے گزری، کبھی جنگ اور حرب و قتال کا انہوں نے
 نام ہی نہ لیا جبکہ نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کر کے مشرکین اور ان کے
 معبودات باطلہ کا صفایا کر دیا۔ لہذا صفات کے اعتبار سے بھی اور تمام اقدس
 کی تصریح کے لحاظ سے بھی اس پیشینگوئی کا مصداق صرف اور صرف رسول
 عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب



اور اس فریب کو ان لوگوں پر کھول دے گا جو کہ اللہ کی شریعت پر ایمان لائیں گے۔
فصل ۲۲۰ ص ۳۰۶

تذیل

اور اس مسیح علیہ السلام نے ان لوگوں میں سے بہتوں کو ملامت کی جنہوں نے اعتقاد کیا تھا کہ وہ (یسوع) مکرر پھر جی اٹھا ہے یہ کہتے ہوئے آیا تم مجھ کو اور اللہ دونوں کو جھوٹا سمجھتے ہو اس لیے کہ اللہ نے مجھے بہرہ فرمایا ہے۔ کہ میں دنیا کے خاتمہ کے کچھ پہلے تک زندہ رہوں جیسا کہ میں نے ہی تم سے کہا ہے میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میں نہیں مرا ہوں بلکہ یہودا خائن مرا ہے تم ڈرتے رہو اس لیے کہ شیطان اپنی طاقت بھر تم کو دھوکہ دینے کا ارادہ کرے گا لیکن تم تمام اسرائیل اور ساری دنیا میں ان چیزوں کے لیے جن کو تم نے دیکھا اور سنا ہے میرے گواہ رہو۔۔۔۔۔ (متا) پھر اس کو چاروں فرشتے ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے آسمان کی طرف اٹھا لے گئے، یسوع نے جواب دیا ہر وہ چیز جو کہ موسیٰ کی کتاب پر منطبق ہوتی ہے وہ حق پس تم اس کو قبول کرو اس لیے کہ جب اللہ ایک ہے حق بھی ایک ہوگا پس اس سے یہ تمیز نکلتا ہے کہ تعلیم ایک ہی ہے اور یہ کہ تعلیم کے معنی ایک ہی ہیں تو ایمان بھی اس حالت میں ایک ہی ہے۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بے شک اگر موسیٰ کی کتاب سے حق مٹو نہ کیا گیا ہوتا تو اللہ ہمارے باپ داؤد کو دوسری کتاب کبھی نہ دیتا اور اگر داؤد کی کتاب بگاڑ نہ دی گئی ہوتی تو اللہ اپنی انجیل میرے حوالے نہ کرتا اس لیے کہ پروردگار ہمارا معبود غیر متغیر ہے اور البتہ اس نے ایک ہی بیان تمام انسانوں کے لیے کہا ہے پس جبکہ رسول اللہ آئے گا وہ اس لیے

مقدس محمد رسول اللہ کی آمد

اور برأت مسیح

۱۔ اور عنقریب میرا ایک شاگرد مجھے تیس سکوں کے ٹکڑوں کے بالوغض مجھے بیچ ڈالے گا اور اس بنا پر مجھ کو اس بات کا یقین ہے کہ جو شخص مجھے بیچے گا وہ میرے ہی نام سے قتل کیا جائے گا اس لیے کہ اللہ مجھ کو زمین سے اوپر اٹھا لے گا اور بے وفا کی صورت بدل دے گا یہاں تک کہ اس کو ہر ایک یہی خیال کرے گا کہ میں ہوں مگر جب مقدس محمد رسول اللہ آئے گا وہ اس بدنامی کے وجہ سے مجھ سے دور کر دے گا اور اللہ یہ اس لیے کرے گا کہ میں نے مسیح کی حقیقت کا اقرار کیا ہے وہ مسیح جو مجھے یہ نیک بدلہ دے گا یعنی کہ میں پہچانا جاؤں گا کہ زندہ ہوں اور یہ کہ میں ایسی موت مرنے کے وجہ سے بری ہوں۔
فصل ۱۱۲ ص ۱۶۷

۲۔ پس جبکہ آدمیوں نے مجھ کو اللہ اور اللہ کا بیٹا کہا تھا مگر یہ کہ میں خود دنیا میں بے گناہ تھا اس لیے اللہ نے ارادہ کیا کہ اس دنیا میں آدمی یہودا کی موت سے مجھ سے ٹھٹھا کریں یہ خیال کر کے کہ وہ میں ہی ہوں جو کہ صلیب پر مرا ہوں تاکہ قیامت کے دن شیطان مجھ سے ٹھٹھا نہ کریں اور یہ بدنامی اس وقت تک باقی رہے گی جب کہ وہ محمد رسول اللہ آئے گا

آئے گا کہ ہر اس چیز کو جسے میری کتاب میں سے بدکاروں نے خراب کر دیا ہے اسے پاک کرے۔
فصل ۱۲۲ ص ۱۸۳

۳۔ تب اس وقت یسوع نے کہا تحقیق تمہارا کلام مجھ کو کچھ تسلی نہیں دیتا اس لیے کہ ایک ایسا اندھیرا آنے والا ہے جس میں کہ تم روشنی کی امید ہی کیا کرو گے مگر میری قلی اس رسول کے آنے میں ہے جو کہ میرے بارہ میں ہر جھوٹے خیال کو محو کر دے گا اور اس کا دین پھیلے گا اور تمام دنیا میں عام ہو جائے گا۔ کیونکہ اللہ نے ہمارے باپ ابراہیم سے یوں ہی وعدہ کیا ہے اور جو چیز مجھ کو تسلی دیتی ہے وہ یہ ہے کہ اس رسول کے دین کی کوئی حد نہیں اس لیے کہ اللہ اس کو درست اور محفوظ رکھے گا کہ ان نے جواب میں کہا کیا رسول اللہ کے آنے کے بعد اور رسول بھی آئیں گے یسوع نے جواب دیا اس کے بعد خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے سچے نبی کوئی نہیں آئیں گے مگر جھوٹے نبیوں کی ایک بڑی بھاری تعداد آئے گی اور یہی بات ہے جو کہ مجھے رہنمائی دیتی ہے اس لیے کہ شیطان ان کو عادل اللہ کے حکم سے بھڑکا کرے گا پس وہ میری انجیل کے دعویٰ کے پردے میں چھپیں گے۔
فصل ۹۷ ص ۱۲۵

۴۔ مگر جب اللہ مجھ کو دنیا سے اٹھائے گا تب شیطان دوسری دفعہ اس مہم فتنے کو پھر یوں اٹھائے گا کہ غیر متقی کو یہ اعتقاد کرنے پر آمادہ بنائے گا کہ میں یسوع اللہ ہوں یا اللہ کا بیٹا اس کے سبب سے میرا کلام اور میری تعلیم ختم ہو جائے گی یہاں تک کہ قریب قریب میں مومن بھی باقی نہ رہیں گے اس وقت اللہ دنیا پر رحم کرے گا اور اپنے اس رسول کو بھیجے گا کہ اُسی کے لیے سب چیزیں پیدا کی ہیں وہ نبی کہ جنوب سے قوت کے ساتھ آئے گا اور تہوں اور جہتوں کی پوجا کرنے والوں کو ہلاک کرے گا اور شیطان سے اس کی حکومت چھین لے گا

جو اسے انسانوں پر حاصل ہے اور وہ ان لوگوں کی نجات کے لیے جو اس پر ایمان لائیں گے اللہ کی رحمت لائے گا اور جو اس کے کلام پر ایمان لائے گا وہ مبارک ہوگا۔
فصل ۹۶ ص ۱۲۲

تبصرہ

۱۔ برنباس کی ان عبارات سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا واضح ثبوت موجود ہے اور انھیں کا رسول منتظر ہونا بدیہی طور پر معلوم ہو رہا ہے۔

انجیل و قرآن کی موافقت

۲۔ عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا اور ان کے نام پر یہودی اسکریوٹی کا مصلوب ہونا اور اس کی حکمت بھی صراحتاً مذکور ہے اور یہی مضمون قرآن مجید و فرقان حمید نے بھی بیان فرمایا۔ "وَمَا تَقْتُلُوهُ وَ مَا صَلَبُوهُ وَ كُنْ شَيْبَةً وَ مَا تَقْتُلُوهُ يَفِينَا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ"۔ بعد انجیل و فرقان کی اس مطابقت و موافقت نے مرزائی دعویٰ کا بطلان واضح کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انتقال ہو چکا ہے بلکہ آپ نے خود ہی اعلان فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے قریب قیامت تک زندہ رہنے کی اجازت اور مہلت عطا فرمائی ہے اور یہی مضمون احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے کہ قیامت کے قریب آپ زمین پر تشریف لائیں گے اور حضرت مہدی کی معاونت فرمائیں گے و جال کو قتل کریں گے اور بالآخر فوت ہو کر روضہ قدس میں مدفون ہوں گے اور خود آپ نے ہی اعتراف کیا کہ

میرے مقتول و مصلوب ہونے کی بدنامی اور داغ صرف محمد رسول اللہ ہی دور فرمائیں گے۔ اور آپ نے یہود و نصاریٰ کے اوہام و ظنون کے برعکس آپ کی حیات کا واضح اعلان فرمایا اور زندہ آسمانوں پر اٹھائے جانے کا پرچار کیا۔

۳۔ مزارقادیانی کا کذب و افتراء

عیسیٰ علیہ السلام کے اس اعلان سے کہ محمد رسول اللہ کے بعد سچا نبی کوئی نہیں ہوگا اور جھوٹے نبیوں کی بھاری تعداد ظاہر ہوگی اور اس جماعت میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو میری انجیل کے دعویٰ کے پردے میں چھپیں گے۔ اس عبارت سے مرنا غلام احمد قادیانی کا کذب و افتراء اور جھوٹ و فریب پوری طرح ظاہر ہے اس نکتہ بھی مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور بنی اسرائیل کے ساتھ نسلی ربط و تعلق کا دعویٰ کر کے اس پردے میں چھپنا چاہا۔ مگر انجیل برنباس اور عیسیٰ علیہ السلام نے اس کی قلعی کھول دی اور خود رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اعلان فرمادیا کہ میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد میں کے قریب دجال و کذاب ظاہر ہوں گے جو کہ نبوت کا دعویٰ کریں گے اور آخری مسیح دجال ہو گا جو الوہیت کا دعویٰ کرے گا۔ اس طرح احادیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور انجیل میں مکمل اتفاق و اتحاد واضح ہو گیا۔

۴۔ وہ نبی جنوب سے پوری قوت کے ساتھ آئے گا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح فرمانے کے علاوہ آپ کے دیگر انبیازی علامات بھی بیان فرمائے مثلاً جنوب سے پوری قوت کے ساتھ ظاہر ہونا اور یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے

کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ بیت المقدس کے جنوب میں واقع ہے اور آپ نے افواج و عساکر کے ساتھ ظہور فرمایا اور آپ کے غلاموں کی ان افواج نے تمام فلسطین اور شام و عراق کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور خداوند کی بادشاہی قائم کی۔

اور اس حقیقت کا اظہار حزقیل باب ۲۱، ۲۲ میں اس طرح کیا گیا ہے ”پھر خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا کہ اے آدم زاد یہ و شلم کا رخ کر اور مقدس مکانوں سے مخاطب ہو کہ ملک اسرائیل کے خلاف نبوت کر، اور اس سے کہہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں تیرا مخالفت ہوں اور اپنی تلوار میان سے نکال لوں گا اور تیرے صادقوں اور تیرے شہریروں کو تیرے درمیان سے کاٹ ڈالوں گا۔ پس چونکہ میں تیرے درمیان سے صادقوں اور شہریروں کو کاٹ ڈالوں گا۔ اس لیے میری تلوار اپنے میان سے نکل کر جنوب سے شمال تک تمام شہر پر چلے گی اور سب جانیں گے کہ میں نے اپنی تلوار میان سے کھینچی ہے وہ پھر اس میں نہ جائے گی۔

ملک اسرائیل کے خلاف خداوند تعالیٰ کا یہ اعلان اور جنوب سے شمال تک تمام شہر پر چلنے کی تصریح اس امر کی غماز ہے کہ اس جنگ و جدال اور حرب و قتال کا مرکز ملک اسرائیل سے باہر اور اس کے جنوب میں ہوگا اور وہاں سے شمال تک وہ تلوار چلتی جائے گی اور تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ وہ تلوار جنوب سے نکلی اور ملک اسرائیل کو اپنی گرفت میں لے کر ہی رہی اور اوشان و اصفہان اور ان کے بجا ریوں کا خاتمہ کیا اور شیطان کی حکومت اور اس کا تسلط ختم کر دیا۔ ہذا والحمد للہ علی ذلک

۵۔ یہ حقیقت بھی ان عبارات سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اس وقت حق تلاش کرنا ہو تو صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب میں ہی مل سکتا ہے کیونکہ بقول یسوع علیہ السلام تورات میں گڑبڑ کی گئی تو زیور

انہی میں تغیر و تبدل ہوا تو انجیل اتاری گئی اور اس میں تحریف و تغیر کر دی گئی تو قرآن کا نزول ہوا۔ لہذا اب حق کی طرف راہنمائی صرف اسی سے حاصل ہو سکتی ہے نہ کہ کسی دوسری آسمانی کتاب سے اور نبیوں میں سے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیونکہ اگر حضرت عیسیٰ کی تسلی و اطمینان کا سبب آپ کی تشریف آوری ہے تو پھر امت کے لیے کیونکر آپ کا ظہور موجب طمانیت و سکون نہیں ہوگا لہذا جو عیسیٰ بن مریم کے لیے قرآن طمان اور سکون روح ہے وہی ہمارے لیے بھی سامان تسکین اور باعث اطمینان ہے۔



رسول معظمؐ کو چاند کی لوریاں دنیا

اور

چاند کو ان کا مٹھیوں میں لینا

میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تحقیق چاند اس کو اس کے بچپن میں سلانے کے لیے لوریاں دے گا اور جب وہ رسول بڑا ہوگا تو اس چاند کو اپنی دونوں مٹھیوں سے پکڑے گا۔ (انجیل برنیاں فصل ۷۲ ص ۱۱۰)

تبصرہ

اس عبارت میں رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو کمالات کی طرف اشارہ ہے ایک بچپن کے متعلق ہے کہ جب آپ مہر میں تھے تو چاند آپ کے ہاتھوں کے اشاروں پر رقص کرتا تھا اور جدھر آپ کے ہاتھ مائل ہوتے تھے چاند بھی اُدھر ہی جھیک جاتا تھا اور چاند آپ کا دل بہلانے کے لیے آپ کے ساتھ گفتگو بھی کرتا تھا جیسے کہ حضرت عباس بن عبد المطلب سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے آپ کے دین میں داخل ہونے پر آپ کی اس امارت نبوت اور دلیل رسالت نے مجبور کیا جو میں نے آپ کے بچپن میں دیکھی تھی۔ رَأَيْتُكَ فِي الْمَهْدِ تَتَنَازَعِي الْقَمَرَ وَالْكَوْنُ

إِلَيْهِ بِاصْبَعِكَ فَحَيَّتْ أَشْرَتْ إِلَيْهِ قَالَ إِنِّي كُنْتُ أَحَدَ شَيْءٍ وَنَحْيَا شَيْءٍ
وَيُذْهِبُنِي عَنِ الْبُكَاءِ قَدْ سَمِعْتُ وَجَبْتَهُ حِينَ يَسْجُدُ تَحْتَ الْوُجُوهِ
میں نے آپ کو پٹھوڑے میں دیکھا کہ آپ چاند کے ساتھ باتیں کر رہے تھے اور اپنی
انگلی سے اس کی طرف اشارہ کرتے تھے پس جس جگہ آپ اشارہ کرتے تھے وہ دھڑ
ہی مائل ہو جاتا آپ نے فرمایا میں اس سے گفتگو کرنا تھا اور وہ مجھ سے بات چیت
کرتا تھا اور مجھے رونے سے باز رکھتا تھا اور میں اس کے لہجے خداوندی کے سامنے
سجدہ ریز ہونے پر سجدہ سے پیدا ہونے والی آواز کو سننا تھا۔

اس روایت کو بیہقی نے نقل کیا ہے اور صابونی نے اپنی "مختصر" میں
میں اور خطیب و ابن عساکر نے اپنی اپنی تاریخ میں اور صابونی نے کہا ہے کہ یہ لوگ
سند و متن کے اعتبار سے غریب ہے مگر معجزات میں ایسی روایات حسن اوت قابل
قبول ہوا کرتی ہیں۔ (ملاحظہ ہو خصائص کبریٰ جلد اول ص ۵۳)

اور دوسرا کمال اور اعجاز جس کی طرف انجیل برنباس کی یہ عبارت اشارہ کرتی
ہے وہ شق القمر والامعجزہ ہے جو مشہور و معروف ہے اور قرآن مجید کی اس آیت
کہ مِیْرَ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَالْشَّيْءُ الْقَمَرُ میں بھی ایک تفسیر یہی ہے کہ سرور
عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے چاند کا دو ٹوخت ہونا قریب قیامت کی علامت
ہے الغرض احادیث و روایات اور کلام مجید میں بھی سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ
وسلم کے یہ دونوں کمال منقول ہیں اور انجیل میں بھی جس سے آپ کا برحق نبی ہونا
اور پہلی کتابوں کی تصدیق کرنا اور ان کی بیان کردہ علامات پر پورا اتر کر ان کا
تصدیق کنندہ ہونا واضح ہے۔ والحمد للہ

شب میلاد کی تعظیم اور اس سے حصول برکت

۱۔ اور آدھی رات کی نماز کے بعد شاگرد یسوع کے قریب گئے
تب یسوع نے ان سے کہا یہی رات مسیح رسول اللہ کے زمانے میں سالانہ جوبلی
ہوگی جو کہ اس وقت ہر سو برس پر آتی ہے اس لیے میں نہیں چاہتا ہوں کہ ہم سو
رہیں بلکہ یہ کہ ہم سو مرتبہ لپٹے سر کو جھکاتے ہوئے نماز پڑھیں۔ اپنے قدیر
رحیم محبوب کے لیے سجدہ کریں جو کہ ابد تک مبارک ہے۔

انجیل برنباس فصل ۸۲ ص ۱۲۵

۲۔ ہمیں اللہ کا شکر کرنا چاہیے کہ اس نے ہم کو اس رات میں ایک
بڑی رحمت عطا کی ہے کیونکہ وہ اس زمانہ کو پھر واپس لایا جس کا اس رات میں
گزرنا لازم ہے اس لیے کہ تحقیق ہم نے یکجہتی کے ساتھ رسول اللہ کے ہمراہ
دعائمانگی اور تحقیق میں نے اس کی آواز سنی۔ (برنباس فصل ۸۴ ص ۱۲۶)

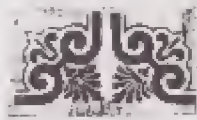
تبصرہ

ان دونوں عبارات سے حضرت مسیح علیہ السلام کے نزدیک شب میلاد رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت اور عظمت نمایاں ہے کہ وہ اس میں زندہ کونا مناسب

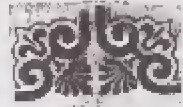
سمجھتے ہیں بلکہ عبادات کر کے زیادہ سے زیادہ برکات اور فیوض حاصل کرتے کے
درپے ہیں اور اپنے حواریوں کو بھی اسی امر کی تلقین فرماتے ہیں مقام غور ہے
کہ جس رات کی برکات سے ایک عظیم نبی و رسول خود بھی متمتع ہونے کا متمنی
ہے اور اپنے خواص کو بھی تلقین کر رہا ہے اس پیغمبر آخر الزماں کے امتی کہلانے
والے اس میں غفلت کی نیند سوئیں اور اس میں عبادت و ریاضت کو بدعت
قرار دیں تو اس سے بڑھ کر محرومی اور بد نصیبی کی دلیل کیا ہو سکتی ہے نیز بھی
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی نہیں تھی تو اس رات سے برکت
حاصل کرنا درست تھا تو جب ولادت ہو چکی اور وہ رات اس عظیم فضیلت
سے بہرہ ور ہو چکی تو اب برکات کا حصول کیونکر ممنوع ہو سکتا ہے۔ بلکہ
علماء محققین اور ائمہ کرام کے نزدیک وہ رات لیلة القدر سے بھی کئی گنا افضل
والاعلیٰ ہے۔ امام احمد نے شب جمعہ کو شب علق نور مصطفوی ہونے کی وجہ سے
لیلة القدر سے افضل قرار دیا اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا جب
شب علق لیلة القدر سے افضل ہے تو شب میلاد بطریق اولیٰ افضل
ہوگی۔ وکذا صرح بہ العلماء

نیز عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے اس احسان پر جذبات تشکر سے لرزہ
نظر آتے ہیں کہ مستقبل کو حال بنا کر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے رسول کا
دیدار عطا کیا اور ان کے ساتھ مل کر دعا مانگنے کا موقع فراہم کیا اور ان کی
آواز سنوائی تو خوش نصیب ان صحابہ کرام کے جنہوں نے عرصہ دراز آپ
کی خدمت میں گزارا دیدار سے آنکھوں کو منور کیا اور آپ کے مواعظ و
خطبات سے کانوں کو اور آپ کے انوار و تجلیات سے دلوں کو منور کیا
اور جس کو ایک لمحہ کے لیے بھی یہ سعادت نصیب ہو اس کے فضل و کمال

کے ساتھ دنیا کے اغواث و اقطاب کی عمر بھر کی عبادتیں برابر ہی نہیں کر سکتیں
تو عرصہ دراز اور مدت مدیدہ تک حاضر خدمت رہنے والوں اور مال و دولت
عزت و آبرو اور جان و دل سے قربان ہونے والوں کے مرتبہ کا اندازہ
کون کر سکتا ہے؟



کیونکہ اس طرح تو دو عیدیں اور دو جو بلیاں لازم آئیں گی پھر عیدین میں صرف دن کو مخصوص عبادت کا اہتمام ہوتا ہے نہ کہ رات کو علاوہ ازیں صرف ایک عید مراد لینا ترجیح بلا مرجح ہے جبکہ شب ولادت کی عیدان دونوں عیدوں کی جان ہے اور ان کے لیے مدار و بنیاد، لہذا اس کے مراد ہونے میں وجہ ترجیح واضح ہے۔
واللہ ورسولہ اعلم



سالانہ جوہلی یا جشن عید میلاد رسول ﷺ

میلاد پاک کی رات کے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ اعلان کہ ”یہی رات مسیہ رسول اللہ کے زمانہ میں سالانہ جوہلی ہوگی“ اس امر کی غماز ہے کہ آپ اہل اسلام کے اس رات اور دن کو بطور عید اور جشن منانے کا علم رکھتے تھے اس سے جہاں آپ کا مستقبل میں وقوع پذیر امور غیبیہ پر مطلع ہونا ثابت ہوتا ہے وہاں اس رات اور دن کو مسرت و شادمانی اور فرحت و خوشی کے اظہار کا پسندیدہ امر ہونا بھی واضح ہوتا ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”قُلْ يَفْضِلُ اللَّهُ دِينَ رَبِّهِمْ فَيُؤْتِيكَ مِنْهُ لَعَلَّكَ تَرْضَوْنَ“ قرآن میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر فرحت و شادمانی کا اظہار کریں اسی لیے نواب صدیق حسن بھوپاتی غیر متقلد نے بھی شمامہ عنبریہ کے اندر تصریح کر دی ہے ”سو جس کو حضرت کے میلاد کا حال سن کر فرحت حاصل نہ ہو اور شکر خدا کا حصول پر اس نعمت کے نہ کہے وہ مسلمان نہیں۔“

(شمامہ عنبریہ ص ۱۲)

تنبیہ

یاد رہے اس رات سے مراد عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی رات نہیں ہو سکتی

بینغیر آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فضائل میں

انبیاء علیہم السلام سے سہ چند حصہ وصول فرمانا

اور اسی لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ بے شک رسول اللہ ایک روشنی ہے جو تقریباً تمام مصنوعات مادی کو مسرور کرے گا، کیونکہ وہ فہم اور مشورت کی روح سے آراستہ ہے حکمت اور قوت کی روح سے خوف اور محبت کی روح سے بینش اور اعتدال کی روح سے (وہ) محبت اور رحمت کی روح سے آراستہ ہے عدل اور تقویٰ کی روح سے لطف اور صبر کی روح سے ایسی روحیں کہ منجملہ ان کے اس رسول نے اللہ سے سہ چند حصہ اس کا لیا ہے جو کہ اللہ نے اپنی تمام مخلوقات کو عطا کی ہیں وہ کیسا مبارک زمانہ ہے جس میں کہ یہ (رسول) دنیا میں آئے گا تم مجھے سچا مانو، ہر آئینہ میں نے اس کو دیکھا اور اس کے سامنے عزت و حرمت کو پیش کیا (اس کی تعظیم کی) ہے جیسا کہ اس کو ہر ایک نبی نے دیکھا ہے کیونکہ اللہ ان (نبیوں) کو اس (رسول) کی روح بطور پیشینگوئی کے عطا کرتا ہے اور جبکہ میں نے اس کو دیکھا میں تسلی سے بھر کر کہنے لگا: اے محمد! اللہ تیرے ساتھ ہوا اور مجھ کو اس قابل بنائے کہ میں تیری جوتی کا تسمہ کھولوں کیونکہ اگر میں یہ (شرف) حاصل کر لوں تو بڑا فی اور اللہ کا قدم ہو جاؤں گا اور جبکہ مسیح نے اس بات کو کہا اُس نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ (برہانس ص ۲۰، فصل ۴۴ - آیت ۲۱ تا ۲۴)

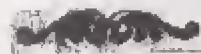
تبصرہ

اس عبارت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر کمال کو محیط ہونا اور انبیاء علیہم السلام سے سہ چند حصہ ہر کمال کا حاصل کرنا ثابت ہے اور یہی عقیدہ اہل اسلام کا ہے۔

حسن یوسف دم عیسیٰ یدہ فیض داری و آنچہ خواباں ہمہ دارند تو تنہا داری
بلکہ اہل اسلام کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ہر کمال در حقیقت اصالتہً آپ میں
ہے اور بطور ظل و عکس اور پر تو کے جو ہمہ مری مخلوق میں ہے اور یہی حقیقت سرور
عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد ”اَنَا فِي كُلِّ شَيْءٍ مُّخْتَلِفٌ وَّ اَلْخَلْقُ كُلُّهُمْ مِنِّي
تُورِي“ اور ”لَوْلَا اَنْفِیْ لَمْ یَخْلُقْتُ الْاَشْیَاءَ“ اور ”اَنَا نَبِیُّ الْاَنْبِیَاءِ“
کی ہے۔

مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی شہاب ثنابق ص ۷۷ پر رقمطراز ہیں :-
”ان کا ذکر اکابر دیوبند کا عقیدہ یہ ہے کہ ازل سے اب تک جو جو حق تعالیٰ عالم
پر ہوئے اور ہوں گی عام ہے وہ نعمت موجود کی ہو یا کسی اور قسم کی، ان سب میں
آپ کی ذات پاک ایسی طرح پر واقع ہوئی ہے کہ جیسی آفتاب سے نور چاند میں
آیا ہو اور چاند سے نور ہزاروں آئینوں میں غرضیکہ حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا
الصلوة والسلام

واسطہ جملہ کمالات عالم و عالمیان میں یہی معنی لَوْلَا اَنْفِیْ لَمْ یَخْلُقْتُ الْاَشْیَاءَ
اور اَنْفِیْ لَمْ یَخْلُقْتُ الْاَشْیَاءَ اور اَنَا نَبِیُّ الْاَنْبِیَاءَ وغیرہ کے ہیں۔



خداے تعالیٰ سورج اور رسول خدا علیہ السلام چاند

اس حقیقت کی تمثیل دیتے ہوئے انجیل برنباس میں یہ مضمون اس طرح بیان کیا گیا ہے "میں تمہارا خدا جنت کا سورج ہوں اور میرا رسول چاند ہے جو کہ مجھ سے ہر شے میں مدد حاصل کرتا ہے اور شمس میرے وہ انبیاء میں جنہوں نے کہ تم کو کچھ بشارت دی ہے۔" فصل ۷ ص ۲۵۶

الغرض انجیل مقدس سے آپ کا جامع جمیع کمالات انبیاء ہونا بھی واضح ہو گیا اور ہر کمال میں مخلوق کے لیے منبع اور سرچشمہ ہونا بھی اور تمام کمالات جسمانیہ و روحانیہ میں مخلوق کا آپ کی طرف محتاج و مفتقر ہونا بھی۔
والحمد للہ علیٰ ذالک۔

اس کے علاوہ آپ کا نور ہونا بھی ظاہر اور آپ کے زمانہ ظہور کا نگاہ انبیاء میں انتہائی بابرکت ہونا بھی واضح اور تمام انبیاء کا آپ کے دیدار سے فیضیاب ہونا اور ان کے حضور سلام و نیاز اور آداب بجالانا وغیرہ بھی واضح،



منصبِ رحمۃ اللعالمین

۱۔ اور میں تم کو بتاتا ہوں کہ رسول اللہ تک وہاں جہنم کے کنارے جائیں گے تاکہ اللہ کے عدل کو دیکھیں۔ اس وقت دوزخ ان کے تشریف لانے کے سبب سے کانپنے لگے گی اور اس وجہ سے کہ وہ رسول انسانی جسم رکھتے ہیں ہر انسان بدن رکھنے والے پر سے جن پر عذاب کا حکم نافذ کر دیا گیا ہے۔ عذاب اٹھایا جائے گا پس وہ رسول اللہ کے جہنم کو ملاحظہ کرنے کے لیے ٹھہرنے کی مدت تک بغیر عذاب برداشت کرنے کے رہے گا، لیکن رسول اللہ وہاں نہ ٹھہریں گے مگر صرف ایک پلک مارنے کے وقفہ تک اور اللہ یہ محض اسی لیے کرے گا تاکہ تمام مخلوق اس بات کو جان لے کہ اس نے رسول اللہ سے کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل کیا ہے اور جب رسول اللہ وہاں گئے شیطان غل مچائیں گے اور آگ کے دہکتے انگاروں کے نیچے چھپنے کی کوشش کریں گے۔ درآن حالیکہ ان میں کا ایک دوسرے سے کہتا ہوگا سبھاگو سبھاگو اس لیے کہ ہمارا دشمن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آگیا۔ پس جبکہ شیطان اس بات کو سنے گا وہ اپنے منہ پر ڈھکڑ مار کے شور کرتا ہوا کہے گا یہ میرے خلاف مرقی مجھ سے بڑھ جوا ہے اور یہ بات محض بے انصافانہ کی گئی ہے۔

فصل ۱۳۶ ص ۲۰۴۔ آیت ۱۶۱۵

تبصرہ

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت عام ہے اور ہر شے کسی نہ کسی طرح اس سے فیضیاب ہے اور یہی مضمون کلام مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے "وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ" اور شیطان کا اس وقت بھی بد باطنی کا مظاہرہ کرنا "ماہ فشا ند نور سگ عو کند" کے مترادف ہے اور یہی شان رحم و کرم اگلی عبارت سے بھی نمایاں ہے جس میں سنی توجہ درکار ہے۔

۲۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ہر ایک نبی جی وہ آتا ہے وہ فقط ایک ہی کام کے لیے اللہ کی رحمت کا نشان اٹھا کر لاتا ہے اور اسی وجہ سے ان انبیاء کا کلام اس قوم سے آگے نہیں بڑھا جس کی جانب وہ بھیجے گئے تھے لیکن رسول اللہ جب آئے گا اللہ اس کو وہ چیز عطا کرے گا جو کہ اس کے ہاتھ کی انگشتری کی مانند ہے پس وہ زمین کی ان تمام قوموں کے لیے خلاص اور رحمت لائے گا جو اس کی تعلیم کو قبول کرے گی۔ فصل ۴۲ ص ۶۸۔ آیت ۱ تا ۱۵

تبصرہ

اس عبارت میں رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان خاتم النبیین کی طرف اشارہ ہے اور مہر نبوت کی طرف اور اس شان خاتمیت کی وجہ سے آپ سب خلایق کے رسول اور مقتدا قرار پائے۔

شیریں دہناں پادشاہ اندولے
اوسیمان است کہ خاتم باوست

یہ مضمون قرآن مجید میں ذلک رسول اللہ وخاتم النبیین اور یٰٰہا الناس اِنّی رسول اللہ لیتکم رحیمًا، وغیر ذلک من الآیات میں بیان کیا گیا ہے۔

۳۔ اس وقت یسوع نے کہا بھائیو اس میں شک نہیں کہ برگزیدگی کا سابق میں ہو جانا ایک بڑا بھاری راز ہے تا آنکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اُسے صاف طور پر نہیں جانتا مگر فقط ایک ہی انسان اور وہی انسان ہے کہ جس کی طرف قومیں گردن اٹھا کر دیکھ رہی ہیں وہ ایسا انسان ہے کہ اللہ کے راز اس پر پوری طرح واضح اور علی ہوں گے پس رہے نصیب ان لوگوں کے جو اس کے کلام پر کان لگائیں گے جبکہ وہ دنیا میں آئے گا اس لیے کہ اللہ اس پر سایہ کرے گا جیسے کہ یہ کھجور کا درخت ہم پر سایہ کر رہا ہے۔ ہاں یہ شک جس طرح یہ درخت ہم کو جلانے والے آفتاب کی دھوپ سے بچاتا ہے ویسے ہی اللہ کی رحمت ایمان والوں کو اس نام کے ذریعہ شیطان سے بچائے گی، لہذا اگر دوں نے جواب میں کہا اے معلم وہ آدمی کون ہوگا جس کی نسبت تو یہ باتیں کہہ رہا ہے اور جو کہ دنیا میں عنقریب آئے گا۔ یسوع نے دلی خوشی کے ساتھ جواب دیا بے شک وہ محمد رسول اللہ ہے اور جب وہ دنیا میں آئے گا تو اس اصلی رحمت کے وسیلہ سے جن کو وہ لائے گا انسانوں کے مابین نیک اعمال کا ذریعہ ہوگا۔ اس طرح سے کہ مہینہ زمین کو پھل دینے والی بنا دیتا ہے۔ بارش کے عرصہ دراز تک بند رہنے کے بعد پس وہ سفید ابراہیم کی رحمت سے بھرا ہوا ہے اور یہی رحمت ہے کہ اللہ ایمان والوں پر اس کی پھوار پانی کی بوندوں کی طرح نثار کرے گا۔

فصل ۱۶۳ ص ۲۲۳۔ آیت ۳ تا ۱۰

محشر کے دن پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام کا ہزار سورج کی
طرح چمکنا اور انبیاء و ملائکہ کا ان کے گرد جھرمٹ

۴۔۔۔۔۔ اور جبکہ چالیس سال گزر جائیں گے پہلی مرتبہ صور پھونکے
جائے پھر تب اللہ اپنے رسول کو زندہ کرے گا جو کہ اس وقت بھی سورج کی
طرح نکلے گا مگر یہ کہ وہ چمکتا ہو گا ہزار سورجوں کی طرح پس وہ بیٹھے گا اور
کوئی بات نہ کرے گا اس لیے کہ وہ بدحواس جیسا ہو گا اور اللہ چار فرشتوں
کو بھی اٹھائے گا جو کہ اللہ کے نزدیک ہیں اور وہ رسول اللہ کو تلاش کریں
گے پھر جب اس کو پا جائیں گے اس کی جگہ کے چاروں کونوں پر اس کے محافظ
بن کر کھڑے ہو جائیں گے بعد ازاں اللہ تمام فرشتوں کو زندگانی بخشے گا
جو کہ شہد کی مکھیوں کی طرح آکر رسول اللہ کے گرد حلقہ کر لیں گے اور اس کے
بعد اللہ اپنے جملہ نبیوں کو جان دے گا جو سب کے سب آدم کے نیچے ہو کر آویں
گئے پس وہ رسول اللہ کا ہاتھ اپنے آپ کو اس کی نگہبانی و امداد کے جائے پناہ
میں رکھتے ہوئے چومیں گے پھر اللہ اس کے بعد اپنے تمام برگزیدہ بندوں
کو زندہ کرے گا جو کہ شور مچائیں گے کہ اے محمد ہم کو یاد کر پس رسول اللہ
کے دل میں ان کی چیخ و پکار سے رحم کو جنبش ہوگی اور وہ ڈرتے ڈرتے
غور کرے گا کہ ان کے چٹکائے کے لیے کیا کرنا لازم ہے۔۔۔۔۔ الخ

فصل ۵۴ - ص ۸۴ تا ۸۵ - آیت ۲ تا ۱۱

تبصرہ

اس عبارت میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہزار سورجوں کی طرح روشن

ہونا مذکور ہے جس سے اس سراج منیر صلی اللہ علیہ وسلم اور آسمانی سراج و نارج
کے درمیان فرق کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور جو حقیقت یہاں لباس
بشری میں مستور ہونے کی وجہ سے مخفی رہی بلکہ متنازع فیہ بنا دی گئی کشف
حقائق کے دن ہر ایک اس کا مشاہدہ کرے گا، پھر تمام ملائکہ مقربین اور دیگر نورانیوں
کا اس محبوب کے گرد جھرمٹ اس امر کی بین دلیل ہے کہ روز محشر کا دولہا یہی
ہے اور اس دن میں انھیں کی عظمت اور محبوبیت کا اظہار مقصود ہے تمام انبیاء
و رسل علیہم السلام کا اپنے آپ کو سرور عالم و عالمیان کے زیر سایہ کھینا اور آپ
کو ملجا و مادی یقین کرنا اور آپ کی دست بوسی کرنا باوجودیکہ ان میں خلیل و
کلیم اور ابوالانبیاء آدم اور دیگر اکابر موجود ہوں گے اس شان محبوبی اور
عظمت درجات اور رفعت مراتب کی واضح دلیل ہے اور اسی طرح ان کا یہ
اجماعی فعل اکابر کی دست بوسی کے جواز کی ناقابل تردید دلیل ہے۔ واللہ اعلم

نیز سب برگزیدہ لوگوں کا بھی شور مچا کر آپ سے رحم و کرم کی اپیل کرنا
اس امر کی روشنی و دلیل ہے اور بین برہان ہے کہ سب اہل محشر سوائے آپ
کی ذات اقدس کے دوسرے کوئی آسرا اور سہارا نہیں پائیں گے جب وہاں
سوائے ان کے کوئی آسرا و سہارا نہیں ہے تو پھر یہاں ان کو واسطہ و وسیلہ
ماننے میں ہچکچاہٹ کا کیا جواز ہے؟

آج لے ان کی پناہ آج ملائکہ ان سے

پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

یہی مضمون قرآن و سنت سے بھی ثابت ہے اور شفاعت عظمیٰ کا آپ
کے خصائص میں ہونا اہل اسلام کے نزدیک مسلم حقیقت ہے اور یہی حقیقت

انجیل نے بھی واضح کر دی تو گویا یہ عقیدہ صرف اہل اسلام کا ہی نہیں بلکہ انبیاء سابقین نے بھی اپنی امتوں کو یہی تعلیم دی ہے اگر کوئی شخص اسلام کا دعویدار بھی ہو اور سرور کونین علیہ السلام کے اس اعزاز و اختصاص کا انکار کرے تو گویا وہ ان عیسائیوں سے بھی گنہگار ہے۔

۵۔۔۔۔۔ اور رسول اللہ تمام نبیوں کو جمع کرنے کا اور قسم ہے اللہ کی زندگی کی کہ میں بھی بے شک وہاں نہ جاؤں گا کیونکہ میں جانتا ہوں جو کچھ کہ جانتا ہوں اور جس وقت کہ اللہ اس بات کو دیکھے گا وہ اپنے رسول کو یاد دلائے گا کہ کیونکہ اس نے سب چیزوں کو اس کی محبت کے لیے پیدا کیا ہے تب اس رسول کا خوف جاتا ہے گا اور وہ محبت اور ادب کے ساتھ عرض کی طرف بڑھے گا۔۔۔۔۔ الخ (مفصل عبارت گزشتہ جی ہے) فصل ۵۵۔ ص ۸۶



پیغمبر آخر الزماں کے خصوصی علامات کا بیان

۶۔۔۔۔۔ باقی رہا میرا خاص معاملہ سو میں تحقیق اس لیے آیا ہوں کہ رسول اللہ کے واسطے جواب جلد دینا کے لیے ایک خلاص اور چٹکا سے کا ذریعہ سے کر آئے گا راستہ صاف کروں لیکن تم اس بات سے ڈرتے رہو کہ دھوکا نہ دیئے جاؤ اس واسطے کہ بعد میں بہت سے جھوٹے نبی آئیں گے جو میرے کلام کو اخذ کریں گے اور میری انجیل کو ناپاک بنائیں گے تب اس وقت اندراوس نے کہا اے معلم ہمارے لیے کوئی نشانی بتاتا کہ ہم اس رسول کو پہچانیں۔ یسوع نے جواب دیا بے شک وہ تمہارے زمانہ میں نہ آئے گا بلکہ تمہارے بعد کئی برسوں کے گزرنے پر جس وقت کہ میری انجیل باطل کر دی جائے گی اور قریب قریب تیس مومن بھی نہ پائے جائیں گے اس وقت میں اللہ دنیا پر رحم کرے گا پس وہ اپنے اس رسول کو بھیجے گا جس کے سر پر ایک سفید ابر کا ٹکڑا قرار پذیر ہوگا۔ اس کو ایک اللہ کا برگزیدہ پہچانے گا اور وہ اسے دنیا پر ظاہر کرے گا اور وہ رسول بدکاروں پر بڑی قوت کے ساتھ آئے گا اور نبیوں کی پوجا کو دنیا سے نابود کر دے گا۔۔۔۔۔ تا۔۔۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تحقیق چاند اس کو اس کے بچپن میں اس کے لیے لوریاں ہے گا اور جب وہ رسول بڑا ہوگا تو اس چاند کو اپنی دونوں ہتھیلیوں سے پکڑ لے گا۔۔۔۔۔ تا۔۔۔ اور وہ ایک ایسے حق کے ساتھ آئے گا

جو تمام نبیوں کے حق سے واضح تر ہوگا اور ہمارے باپ دادا کے شہر کے برج خوشی کی وجہ سے ایک دوسرے کو مبارکباد دیں گے پس جس وقت کہ بتوں کی پوجا کا زمین سے دور ہونا دیکھا جائے گا اور یہ اقرار کیا جائے گا کہ بے شک میں بھی تمام انسانوں جیسا ایک انسان ہوں تو میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تحقیق اللہ کا نبی اسی وقت آئے گا۔
فصل ۷۲ - ص ۱۰۹، ۱۱۰

تبصرہ

اس عبارت سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے دور میں نہیں بلکہ بہت عرصہ بعد تشریف لائیں گے جبکہ انجیل باطل کر دی جائے گی اور ایسے مومن بھی باقی نہ رہیں گے اور رسول عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ایسے ہی موقع پر ہوا۔ نہ انجیل اصلی حالت میں دستیاب تھی اور نہ ہی تعلیم عیسیٰ علیہ السلام موجود تھی بلکہ نبی و رسول ہونے کی بجائے تثلیث کے باطل عقیدہ نے رواج پکڑا اور تہذیب و اخلاق اور پابندی شرع کی جگہ کفارہ کے غلط اور بے بنیاد عقیدہ نے سنبھال لی اور ہر بے راہ روی اور بڑائی کو اس غلط عقیدہ کی بنا پر ناقابل مواخذہ قرار دے دیا گیا اور کھل کھیلنے کی اجازت دے دی گئی۔

(۲) پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا قدس پر سفیدایہ کے سایہ فگن ہونے اور ایک برگزیدہ شخص کے آپ کو پہچان لینے کا جو یہاں ذکر ہے کتب سیر میں اس کی صداقت کا بچشم خود مطالعہ کیا جاسکتا ہے کہ سفر شام میں جبکہ آپ بغرض تجارت اپنے شفیق چچا جناب ابوطالب کے ہمراہ تھے آپ کی یہی امتیازی شان ظاہر ہوئی اور ہجیرا راہب نے اس صورت حال کو دیکھ کر انھیں مشورہ دیا کہ اس مقدس شخصیت

کو نہیں سے واپس بھیج دو ورنہ یہود ان کے خلاف ہر ممکن سازش سے گریز نہیں کریں گے
 کیونکہ یہ اس امت کے نبی ہیں اور یہود ازراہ حسد نبی اسماعیل میں سے ہونے والے
 نبی کو برداشت نہیں کر سکتے، امام سیوطیؒ نے خصائص کبریٰ میں مستقل باب اس
 عنوان سے قائم کیا ہے "سفر النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع عمہ ابی طالب الی
 الشام وما ظہر من الآیات و انبیاء بحیرا عنہ" (ص ۸۲ ج ۱) اور اسی طرح
 علامہ ابن الجوزیؒ نے الوفا جلد اول ص ۱۳۱ پر مستقل عنوان کے تحت اس مضمون
 کی روایات درج کی ہیں کہ بحیرا صہب نے آپ کو دیگر علامات کے ساتھ ساتھ بادل
 کے سایہ فلک ہونے کی وجہ سے پہچان لیا اور جناب ابو طالب اور دیگر اہل قافلہ پر
 ان کی شان نبوت کو ظاہر کیا اور آپ کو وہیں سے بھجوانے کا انتظام کیا اور جو یہود
 آپ کی تلاش میں وہاں تک آپہنچے تھے ان کو سمجھایا اور غلو ت سے باز رکھا۔

(۳) وہ رسول بکاروں پر بڑی قوت کے ساتھ آئے گا اور انہوں کی پوجا کو دنیا
 سے نابود کر دے گا، یہ حقیقت محتاج بیان نہیں اور کوئی بدترین دشمن بھی اس کا
 اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ انجیل کا یہ اعلان کہ پیغمبر آخر الزماں ایسے حق کے
 ساتھ آئے گا جو تمام بیوں کے حق سے واضح تر ہوگا۔ یہ حقیقت بھی محتاج دلیل
 و برہان نہیں کہ جو جامعیت تعلیمات نبویہ میں ہے اور جس منطقی اور عقلی انداز میں
 دلائل تو حید کو بیان کیا گیا ہے کتب سابقہ میں اس کی نظیر ملنی مشکل بلکہ ناممکن
 ہے۔ پوری انجیل دیکھ لو اعمال شرع کا اس میں نام و نشان ملنا مشکل ہے اور تورات
 کے اسفار خمسہ میں بھی متعدد دے چند احکام موجود ہیں مگر قرآن مجید میں اور اس کی
 تفسیر نبوی یعنی احادیث میں مبدع و معاد اور معاش کے جملہ احکام مفصل طور پر
 بیان کر دیئے گئے ہیں۔

(۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمان کہ "ہمارے باپ دادا کے شہر کے بیچ

خوشی کی وجہ سے ایک دوسرے کو مبارکباد دیں گے، حضرت عیسیٰؑ کے بعد سے لے کر آج تک سوائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی شخص اس کا مصدق نہیں ہو سکتا ہے۔ انھیں کے لیے کعبہ معظمہ سجدہ ریز ہوا اور پہاڑ ان کے مبارک قدم پڑنے کے بعد خوشی سے جھوم اٹھے اور قص کر کے لگے اور کیا خبر شب معراج بیت المقدس میں قدم رنجہ فرمانے پر وہاں کس قدر فرحت و شادمانی کا اظہار کیا گیا ہوگا جبکہ تمام انبیاء کرام نے اس مقدس خطہ میں قدم نہ چاڑھا تھا۔

(۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمان کہ جب یہ اقرار کیا جائے گا کہ میں بھی عام انسانوں کی طرح ایک انسان ہوں تو میں سچ کہتا ہوں کہ اللہ کا نبی اس وقت آئے گا، اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام اور قرآن مجید اس حقیقت کا بجا اعلان کرتا ہے۔ "قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: مَا الْمَسِيحُ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأَمَّا صِدْقُهُ كَمَا نَأْيَا مُكَادِرِ الْأَطْقَامِ، يَسُوحُ بْنُ مَرْيَمَ مَحْضُ اللَّهِ كَيْ رَسُولٍ هُوَ نَكْرَهُ اللَّهُ تَعَالَى كَيْ بَيْطِ أَوْرَانِ سَيُطْلَعُ بِهِ رَسُولٌ كَنَزْرُ جُجْجِي هُوَ۔ ان کی ماں صدیقہ تھی وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے" عیسیٰ علیہ السلام کا اپنا مہذبہ والا کلام نقل کرتے ہوئے "قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِي الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا" میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور نبی بنایا، اور ان کے علاوہ بہت سے مقامات پر آپ کا تباری عنقریب سے مخلوق ہونا وغیرہ بیان کر کے اس حقیقت کو پوری طرح واضح کر دیا ہے لہذا اس علامت کا مصداق بھی صرف اور صرف رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں واللہ اعلم بالصواب

مگر تو مجھے سچا سمجھ کر بے شک ایک وقت آئے گا کہ اللہ اپنی

رحمت اس وقت دوسرے... اپنے شہر کے اندر دے گا اور جب اس کے لیے ہر جگہ میں حق کے ساتھ سجدہ کرنا ممکن ہوگا اور اللہ ہر جگہ میں اپنی رحمت سے حقیقی نماز کو قبول کرے گا، عورت نے جواب دیا تحقیق ہم مسیحا کے منتظر ہیں پس جب وہ آئے گا ہمیں تعلیم دے گا یسوع نے جواب میں کہا اے عورت کیا تو جانتی ہے کہ مسیحا ضرور آئے گا اس نے جواب دیا اے سید، اس وقت یسوع کا چہرہ چمک اٹھا اور اس نے کہا اے عورت مجھے دکھائی دیتا ہے کہ تو ایمان والی ہے پس تو اب معلوم رکھ کہ تحقیق مسیحا پر ہی ایمان لانے سے اللہ کا ہر ایک برگزیدہ خلاصی پائے گا اس حالت میں یہ واجب ہے کہ تو مسیحا کی آمد کو جانے عورت نے کہا شاید تو ہی مسیحا ہے اے سید یسوع نے جواب دیا حق یہ ہے کہ میں ہی اسرائیل کے گھرانے کی طرف خلاص کا نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں لیکن میرے بعد جلد ہی مسیحا اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا تمام دنیا کے لیے آئے گا وہ مسیحا کہ اللہ نے اس کی وجہ سے دنیا کو پیدا کیا ہے اور اس وقت تمام دنیا میں اللہ کو سجدہ کیا جائے گا اور رحمت حاصل کی جائے گی یہاں تک کہ جو بی کا سال جو اس وقت ہر سو برس پر آتا ہے مسیحا اس کو ہر سال ہر ایک جگہ میں بنا دے گا۔

فصل ۸۲۔ ص ۱۲۲، ۱۲۳

تبصرہ

اس عبارت میں چند امور قابل غور ہیں۔
(۱) عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمان کہ ایک وقت آئے گا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت دوسرے شہر میں منتقل کر دے گا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ بیت المقدس جو عرصہ دراز سے انبیاء علیہم السلام کا مسکن اور محل ظہور بنا ہوا تھا۔ اس

کی جگہ اللہ تعالیٰ دوسرے شہر کو ظہور نبوت اور نزول وحی کی سعادت سے بہرہ ور کرے گا اور وہ سوائے مکہ مکرمہ کے کوئی شہر ہو سکتا ہے اور سوائے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نبی بیت المقدس کے علاوہ دوسرے شہر میں ابن مریم کے بعد ظہور نہ پزیرے گا لہذا اس پیشینگوئی کا مصداق بھی صرف رسول متحشم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(۲) ہر جگہ سجدہ کرنے کا امکان اور نماز کو قبول کرنے کا اعلان بھی ہوا تو صرف شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس سے قبل صرف مخصوص عبادت خانوں میں ہی نماز اور سجدہ قابل قبول ہوا کرتے تھے "تَجَلَّيْتُ لِي اَزْوَاجُ مَسْجِدًا وَطَهْرًا" کا آپ نے اعلان فرما کر اس بشارت کا مصداق ہونا واضح کر دیا۔

(۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود اعتراف فرما رہے ہیں کہ میں صرف اسرائیل کے گھرانے کی طرف خلاص کا رسول بن کر بھیجا گیا ہوں اور اسی طرح انجیل متی میں بھی آپ کی یہ تصریح ان الفاظ کے ساتھ مرقوم ہے "میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھٹیروں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا" (باب ۱۵-۲۴ اور باب ۱۰، ۶) لہذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تمام عالم کے لیے نبی تسلیم کرنا اور بنی اسرائیل کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو ان کی امت میں داخل ہونے کی تردید دینا حضرت عیسیٰ کو جہلانے کے مترادف ہے اور جب ان کو اللہ تعالیٰ نے دوسری کسی قوم کی طرف مبعوث فرمایا ہی نہیں تو کسی غیر اسرائیلی کا ان کی امت اور امت میں داخل ہونا بھی قطعاً درست نہیں ہے لہذا عیسائی مشینروں کی ساری تنگ و دو اور عیسائیت پھیلانے کی سعی نگاہ مسیح علیہ السلام میں قطعاً ناپسندیدہ ہے۔

(۴) حضرت عیسیٰ نے اپنے بعد آنے والی امتی کے متعلق اعلان فرمایا کہ سب

عالم کا ہادی اور تمام اہل دنیا کی طرف مبعوث رسول وہ ہوگا جو میرے بعد آئے گا، حواریوں کو تو خود آپ نے ہی دوسری قوموں کی طرف جانے اور تبلیغ کرنے سے روک دیا ملاحظہ ہو انجیل متی باب ۱۰، ۵، ۸۔

غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیلی کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جاتا اور چلتے چلتے منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے لہذا ان کو اس پیشینگوئی کا مصداق تو بننا نہیں سکتے اور ان کے علاوہ عیسیٰ علیہ السلام سے لے کر اب تک اس شان کا مالک سوائے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نہیں آیا جن کے دین اور مذہب نے سب ادیان پر غلبہ حاصل کر لیا اور شرق و غرب اور شمال و جنوب تک پھیل گیا۔ لہذا یہ بھی صرف آپ کی ذات ہی کے متعلق ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی ہے۔



پہنچنے آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم اور رسول موعود کا

نسل اسماعیل علیہ السلام کے ہوتا

۱۔ قسم ہے اللہ کی جان کی کہ بے شک ابراہیم نے اللہ ایسی محبت کی کہ اس نے جھوٹے بتوں کو چور چور ٹوڑ دینے اور اپنے باپ و ماں کو چھوڑ دینے ہی پر کفایت نہیں کی بلکہ وہ اللہ کی فرمانبرداری کے لیے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا ارادہ بھی رکھتا تھا۔ کابھوں کے سردار نے جواب دیا میں تجھ سے محض اسی بات کو پوچھتا ہوں اور تجھے قتل نہیں کرنا چاہتا پس تو ہم کو بتا کہ یہ ابراہیم کا بیٹا کون تھا یسوع نے جواب دیا اے اللہ تیرے شرف کی غیرت مجھ کو بھڑکا دے اور میں چپ نہ ہو سکوں میں سچ کہتا ہوں کہ ابراہیم کا یہ بیٹا ہی تجھ کی اولاد سے مسیحا کا آنا واجب ہے وہ مسیحا کہ اس کے ساتھ ابراہیم کو یہ وعدہ دیا گیا ہے کہ اسی کے ورود سے زمین کے تمام قبیلے برکت پائیں گے۔ فصل ۲۰۸ ص ۲۸۹

۲۔ تب اس وقت یسوع نے کہا کہ جب رسول اللہ آئے گا تو وہ کس کی نسل سے ہوگا شاگردوں نے جواب دیا داؤد کی نسل سے تب یسوع نے جواب دیا تم اپنے آپ کو دھوکے میں نہ ڈالو کیونکہ داؤد اس کو روح میں یہ کہتے ہوئے رب کے نام سے پکارتا ہے اللہ نے میرے رب سے کہا تو میرے دلہنے جانب بیٹھ تاکہ میں تیرے دشمنوں کو تیرے پا مال کرنے کی جگہ بناؤں تیرا

رب تیرے نیزے کو بھیجے گا جو کہ تیرے دشمن کے وسط میں غلیہ والا ہوگا پس رسول اللہ جس کو تم مسیحا داؤد کا بیٹا کہتے ہو یہی ہوگا تو پھر داؤد اس کو رب کیونکر کہتا تم مجھے سچا مانو کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تحقیق عہد اسماعیل کے ساتھ کیا گیا ہے نہ کہ اسحاق کے ساتھ۔ فصل ۲۲ ص ۶۹

۳۔ اے ابراہیم عنقریب تمام دنیا جان لے گی کہ اللہ تجھ سے کیسی محبت کرتا ہے مگر دنیا کو تیری اللہ کے ساتھ محبت کیونکہ معلوم ہو یقیناً تم پر واجب ہے کہ تو خدا کی محبت کے لیے کچھ کرے ابراہیم نے جواب دیا یہ خدا کا بندہ مستعد ہے کہ جو خدا کا ارادہ ہو وہی کرے تب اس وقت اللہ نے ابراہیم سے کہا تو اپنے پہلو ٹھٹھے بیٹے اسماعیل کو لے اور پہاڑ پر چڑھ جاتا کہ اس کو قربانی کے طور پر پیش کرے پس اسحاق کیونکہ پہلو ٹھا ہو سکتا ہے کیونکہ جب وہ پیدا ہوا تھا اس وقت اسماعیل کی عمر سات سال کی تھی۔ فصل ۲۲ ص ۶۹

۴۔ موسیٰ نے کہا اے رب اسرائیل کے اللہ قدیر رحیم تو اپنے بندے کو اپنی بندگی کی روشنی میں ظاہر کر تو وہیں سے اللہ نے اس کو اپنے رسول کو اسماعیل کے دونوں بازوؤں پر دکھایا اور اسماعیل کو ابراہیم کے دونوں بازوؤں پر اور اسماعیل کے پاس اسحاق کھڑا ہوا اور اس کے بازوؤں پر ایک بچہ تھا جو کہ اپنی انگلی سے یہ کہتا ہوا رسول اللہ کی طرف اشارہ کر رہا تھا کہ یہی ہے وہ جس کے لیے اللہ نے ہر شے کو پیدا کیا ہے تب وہیں سے موسیٰ خوشی کے ساتھ چلا یا کہ اے اسماعیل بے شک تیرے دونوں بازوؤں میں ساری دنیا اور حجت بھی ہے تو مجھے یاد کہہ کے میں اللہ کا بندہ ہوں تاکہ میں تیرے اس بیٹے کے سبب سے جس کے لیے اللہ نے ہر چیز بنائی

ہے اللہ کی نظر میں کچھ نعمت پاؤں۔ فصل ۱۹۱ ص ۲۷۱

تبصرہ

ان حوالہ جات سے صاف ظاہر ہے کہ پیغمبر اکرم الزماں صلی اللہ علیہ وسلم اور موعود بنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہوتے ضروری ہیں نہ کہ بنی اسرائیل سے اور تمام یہود و نصاریٰ ایک نبی کی آمد پر متفق تھے لیکن انہوں نے رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا صرف اس لیے انکار کیا تھا کہ آپ بنی اسرائیل سے نہیں تھے لیکن ان حوالہ جات نے اس وہم و گمان اور اس کی بنیاد ہی اکھڑ کر رکھ دی بلکہ تورات کے سفر استثناء کی یہ عبارت بھی اس وہم و گمان کو نیک و بن سے اکھاڑ دیتی ہے۔ "میں ان کے لیے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا۔"

استثناء باب ۱۸-۱۵

اور بنی اسرائیل کے تمام قبائل جب آپ کے مخاطب تھے تو پھر ان کے بھائی لامحالہ بنی اسماعیل ہی ہوں گے نہ خود بنی اسرائیل۔ اور جب عہد نامہ قدیم و جدید عیسائی دنیا کے نزدیک مسلم و مقبر ہے تو پھر تورات کی تصدیق و تائید کے بعد انجیل برنباس کے ان حوالہ جات میں پس و پیش اور شک و تردد کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے؟

بنی موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہو ہی نہیں سکتے کہ

حضرت یسوع کا نسب نامہ حضرت داؤد علیہ السلام سے جا ملتا ہے جبکہ

جبکہ بنی موعود کے متعلق خود حضرت عیسیٰ کا یہ اعلان ہے کہ وہ داؤد علیہ السلام کی نسل سے نہیں ہو سکتے ملاحظہ ہوا انجیل متی باب ۲۲ - ۲۴ تا ۲۷

"جب فریسی جمع ہوئے تو یسوع نے ان سے یہ پوچھا کہ تم مسیح کے حق میں کیا سمجھتے ہو؟ وہ کس کا بیٹا ہے؟ انہوں نے اس سے کہا داؤد کا، اس نے ان سے کہا پس داؤد روح کی ہدایت سے کیونکر اسے خداوند کہتا ہے کہ خداوند نے میرے خداوند سے کہا میری داہنی طرف بیٹھ جب تک میں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں کے نیچے نہ کر دوں؟ پس جب داؤد اس کو خداوند کہتا ہے تو وہ اس کا بیٹا کیونکر ٹھہرا؟ یہی مضمون انجیل مرقس باب ۱۲ - ۳۶ اور انجیل لوتا باب ۲۱ - ۴۱ ۴۲ - ۴۳ پر مرقوم ہے لہذا تین اناجیل اعتراف و اقرار کے بعد کہ آنے والا نبی نسل داؤد علیہ السلام سے نہیں ہو سکتا کیونکہ اپنے بیٹے کو کوئی اپنا خداوند کیسے کہہ سکتا ہے اور داؤد علیہ السلام نے ان کو اپنا خداوند کہا ہے لہذا وہ نبی نسل داؤد علیہ السلام سے نہیں ہو سکتا اور حضرت یسوع ہی خود یہ دلیل دے کر اپنے انکار کو مدلل اور مبرزن انداز میں پیش فرماتے ہیں تو نسل داؤد علیہ السلام سے ہونے کے باوجود ان کو بنی موعود کیونکر کہا جاسکتا ہے؟ لہذا اناجیل ثلاثہ سے بھی یہ حقیقت عیاں و آشکار ہو گئی کہ آنے والا نبی حضرت عیسیٰ نہیں اور نہ بنی اسرائیل سے ہو گا اور برنباس نے واضح کر دیا کہ وہ نبی اسماعیل سے ہو گا لہذا تورات اناجیل ثلاثہ اور برنباس کی عبارات میں مکمل موافقت اور مطابقت پیدا ہو گئی اور رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا بنی موعود اور رسول منتظر ہونا واضح ہو گیا۔ والحمد للہ علی ذالک

نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو چیلنج کیوں نہ کیا گیا ؟

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بار بار اپنے متعلق یہ دعویٰ دہرایا کہ میں ہی نبی موعود اور رسول منتظر ہوں اور تورات و انجیل میں میرے متعلق ہی خبر اور بشارت دی گئی ہے تو اہل کتاب یہود و نصاریٰ نے جو کہ مدنیہ منورہ خیبر اور نجران وغیرہ قریبی علاقوں میں موجود تھے اور ماہرین تورات و انجیل بھی تھے اور عربی زبان پر بھی مکمل عبور رکھتے تھے اور قرآن مجید اور رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ سے بھی پوری باخبر تھے انھوں نے آپ کی صداقت کو چیلنج کیوں نہ کیا اور آپ کے ساتھ مباہلہ و مناظرہ کی جرأت کیوں نہ کی جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کو انکار کی جرأت نہیں ہو سکتی تھی اور اہل کتاب میں سے جو لوگ مشرق باسلام ہوئے مثلاً حضرت عبداللہ بن سلام اور کعب احبار و دیگر حضرات ان کے سامنے ان کو اس حقیقت پر پردہ ڈالنے کی ہمت نہیں ہو سکتی تھی اس لیے جنگ و جدال اور حرب و قتال سے کام لیا مگر محض زبانی بحث و تمحیص اور مجادلہ و مناظرہ سے گریز ہی کیا اور عملاً اپنی بے بسی کا اعتراف کر لیا۔

والحمد للہ علی ذالک



بارگاہِ مصطفویٰ میں عیسیٰ علیہ السلام کی نہایت تواضع

وانکساری اور بعثت نبویؐ کی بشارت

۱۔ میں اپنے آپ کو اس (پیغمبرِ آخر الزمان) کا مانند شمار نہیں کرتا جس کی نسبت تم کہہ رہے ہو کیونکہ میں اس کے لائق بھی نہیں کہ اس رسول کے جوتے کے بند یا نعلین کے تسمے کھولوں جس کو تم مستیا کہتے ہو وہ جو کہ میرے پہلے پیدا کیا گیا اور اب میرے بعد آئے گا۔
انجیل برنیاں، فصل ۴۲ ص ۶۶

۲۔ تم مجھے سچا مانو ہر آئینہ میں نے اس کو دیکھا اور اس کے سامنے عزت و حرمت کو پیش کیا ہے یعنی تعظیم کی ہے جیسے کہ اس کو ہر نبی نے دیکھا ہے کیونکہ اللہ ان بیوں کو اس رسول کی روح بطور پیشینگوئی کے عطا کرتا ہے اور جبکہ میں نے اس کو دیکھا میں تسلی سے بھر کر کہنے لگا کہ اے محمد اللہ تیرے ساتھ ہوا اور مجھ کو اس قابل بنائے کہ میں تیری جوتی کا تسمہ کھولوں کیونکہ اگر میں یہ شرف حاصل کر لوں تو بڑا نبی اور اللہ کا قدوس ہو جاؤں گا اور جبکہ یسوع نے اس بات کو کہا اس نے اللہ کا شکر یہ ادا کیا۔

فصل ۴۴ ص ۷۰۔ آیت ۲۸ تا ۳۲

۳۔ باوجود اس کے کہ میں اس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کا بھی مستحق نہیں ہوں میں نے اللہ کی طرف سے نعمت اور رحمت کے طور پر یہ رتبہ حاصل کیا

فصل ۹۷ ص ۱۲۵

ہے کہ اس کو دیکھیں

۴۔۔۔۔۔ باقی رہا میرا خاص معاملہ سو میں پر تحقیق اس لیے آیا ہوں کہ رسول اللہ کے واسطے جواب جلد دنیا کے لیے ایک خلاص اور چھٹکارے کا ذریعہ لے کر آئے گا راستہ صاف کردوں۔ ص ۱۹۰

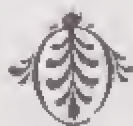
۵۔۔۔۔۔ اس وقت یسوع نے کہا میں ایک آواز شور مچانے والی ہوں تمام یہودیہ میں جو کہ جہنمی ہے کہ پروردگار کے رسول کا راستہ درست کردجیسا کہ اشعیا میں لکھا ہوا ہے۔ فصل ۴۲ ص ۶۵

انجیل برنباس کی مندرجہ بالا عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت یسوع علیہ السلام نے اپنے بعد آنے والے اسی پیغمبر کی بشارت دی ہے وہ آپ کے حواری نہیں ہو سکتے کیونکہ شاگردوں اور نابالغوں کے متعلق اس قسم کے الفاظ واضح کے ذکر نہ کرنا قطعاً ناموزوں اور نامناسب ہے اولاً نہ ہی ان سے روح القدس مراد ہو سکتے ہیں ایک تو اس لیے کہ یہاں وہی ہستی مراد ہو سکتی ہے جو جوتے اور نعلین استعمال کرے اور روح القدس اس سے منزہ و مبرا ہے علاوہ ازیں ان عبارت میں تذکرہ ان کے رسول اللہ ہونے کی تصریح ہے اور روح القدس صرف اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر نازل ہوتا ہے نہ کہ عوام الناس کے لیے اللہ تعالیٰ کا پیغام رساں ہوتا ہے نیز دوسری عبارت میں نام نامی اور اسم گرامی کی تصریح موجود ہے "اے محمد اللہ تیرے ساتھ ہوا اور مجھے اس قابل بنائے کہ میں تیری جوتی کا تسمہ کھوں" لہذا کسی بھی تاویل و توجیہ اور ایتح بیح کی گنجائش باقی نہیں رہ گئی اور یہ حقیقت روز روشن سے بھی زیادہ آشکار ہو گئی کہ آپ کے

بعد آنے والی ہستی محمد رسول اللہ علیہ السلام ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے عظیم رسول کا رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس قدر تواضع سے کام لینا اور ان کی خدا داد عظمت کا اس انداز میں اعتراف کرنا ان کی رفعتوں اور اعلیٰ مراتب پر فائز ہونے کی عظیم دلیل ہے کیونکہ نبی رانہی بیشناسدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو سامنے رکھیں، ان کے متعلق عیسائیوں کے مبالغات کو سامنے رکھیں کہ کسی نے خدا کہا کسی نے خدا کا بیٹا اور پھر ان کی طرف سے خاتم الانبیاء والمرسلین کی قصیدہ خوانی اور مدح سرائی کا یہ انداز دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ بجز الوہیت جملہ مراتب اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے اور اپنے خزانے کی نعمت ان پر مکمل کر دی ہے۔

”اللہ اکبر“



www.Only10.com

حضرت یحییٰ کا بارگاہِ مصطفویٰ میں عجز اور آپ کی بشارت

یہی مضمون حضرت یحییٰ (یوحنا) بن زکریا علیہما السلام کی زبانی انجیل متی ص ۶
پر اس طرح مرقوم ہے۔

۱۔ میں تم کو جو بچے کے لیے پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں لیکن جو
میرے بعد آئے وہ مجھ سے زوردار رہے میں اس کی جوتیاں اٹھانے کے لائق
نہیں وہ تم کو روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا اس کا چھاج اس
کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ اپنے کھلیاں کو خوب صاف کرے گا اور اپنے گہروں کو
تو کھفے میں جمع کرے گا مگر بھوسی کو اس آگ میں جلایا جائے جو بجھنے کی نہیں۔

انجیل متی ص ۶

اور مرقس کی انجیل میں یہ عبارت ہے۔

۲۔ حضرت یوحنا (یحییٰ) علیہ السلام اونٹ کے بالوں کا لباس پہنتا
چمڑے کا ٹپکا اپنی کمر سے باندھے رہتا۔ ٹڈیاں اور شنگلی شہد کھاتا تھا اور یہ
منادی کرتا تھا کہ میرے بعد وہ شخص آنے والا ہے جو مجھ سے زوردار رہے میں
اس لائق نہیں کہ جھک کر اس کی جوتیوں کا تسمہ کھولوں میں نے تم کو پانی سے
بپتسمہ دیا مگر وہ تم کو روح القدس سے بپتسمہ دے گا۔ انجیل مرقس ص ۳۴

اور انجیل کو قاص ۵۵ میں اس مضمون کو اس طرح ادا کیا گیا ہے۔

۳۔۔۔ جب لوگ منتظر تھے اور سب اپنے اپنے دل میں یوحنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت سوچتے تھے کہ آیا وہ مسیح ہے یا نہیں تو یوحنا نے ان سے جواب میں کہا میں تو تمہیں پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں مگر جو مجھ سے زور آور ہے وہ آنے والا ہے میں اس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں وہ تمہیں روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا اس کا چھاج اس کے ہاتھ میں ہوگا تاکہ وہ اپنے کھلیان کو خوب صاف کرے اور گہو کو اپنے کتھے میں جمع کرے اور بھوسی کو اس آگ میں جلانے کا جو بجھے کی نہیں، اور اعمال ص ۱۲۲ پر یوں مرقوم ہے۔ جب یوحنا اپنا دور پورا کرنے کو تھا تو اس نے کہا کہ تم مجھے کیا سمجھتے ہو میں وہ نہیں ہوں بلکہ دیکھو میرے بعد وہ شخص آنے والا ہے جس کی پاؤں کی جوتیوں کا تسمہ میں کھولنے کے لائق نہیں۔

ف

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ لوگ ایک آنے والے پیغمبر کی انتہائی توقع تھے کیونکہ مختلف پیغمبران کرام نے ان کو اس قسم کی بشارتیں دی تھیں لیکن ان کو اس قسم کی بشارتیں دی تھیں لیکن ان کو ان بشارتوں کا مصداق حتمی طور پر معلوم نہیں تھا اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ گمان کیا مگر انھوں نے اس کو رد کر کے فرمایا وہ تو میرے بعد آنے والے ہیں میں تو ان کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے بھی لائق نہیں ہوں مگر

سوال :-

یہ ہے کہ آیا اس بشارت کا مصداق حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جیسے کہ

عیسائیوں کا خیال ہے؛ لیکن حقیقت حال اس سے بالکل مختلف ہے نہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اس کا یقین تھا کہ میں یہ اعلان حضرت عیسیٰ کے متعلق کر رہا ہوں اور نہ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حتمی اور قطعی انداز میں اس کا دو ٹوک فیصلہ دیا جب حضرت یحییٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی بابت سنا تو اپنے شاگرد بھیج کر یہ سوال کیا "یوحنا نے اپنے شاگردوں میں سے دو کو بلا کر خداوند عیسیٰ علیہ السلام کے پاس یہ پوچھنے کے لیے بھیجا کہ آیا آنے والا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں؟ انھوں نے اس کے پاس آکر کہا یوحنا بتیمہ دینے والے ہیں تیرے پاس یہ پوچھنے کو بھیجا ہے کہ آنے والا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں۔ (انجیل لوقا ص ۵۹)

اور انجیل متی ص ۴۴ پر مرقوم ہے

"یوحنا نے قید خانہ میں مسیح کے کاموں کا حال سن کر اپنے شاگردوں کی معرفت

اس سے پچھوا بھیجا کہ آنے والا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں" اور اسی قید خانہ سے نکال کر آپ کو شہید کر دیا گیا تھا جیسے کہ اس انجیل متی ص ۱۸۰ پر موجود ہے۔ لہذا اس سے صاف ظاہر کہ آپ کو آخری دم تک یہ تسلی نہیں تھی کہ جس کام میں نے اعلان کیا وہ یہی عیسیٰ ابن مریم ہیں بلکہ جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کی زندگی اختتام کو پہنچ چکی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہو چکا تھا بلکہ ان کے کمالات کا چرچا ان کے کانوں تک پہنچ چکا تھا پھر بھی انھوں نے یہ اعلان فرمانے کی بجائے کہ جس کا انتظار تھا آچکا ہے اس اعلان پر اکتفا فرمایا؛ جو میرے بعد آنے والا ہے جو مجھ سے زور آور ہے اور میں اس کی جوتیوں کا تسمہ کھولنے کی بیادقت نہیں رکھتا اب دیکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے استفسار پر کیا فرمایا انجیل متی ص ۴۴ میں یہ جواب مرقوم ہے

یسوع نے جواب میں ان سے کہا جو کچھ تم سنتے اور دیکھتے ہو جا کر یوحنا سے بیان کر دو کہ اندھے دیکھتے ہیں اور نگڑے چلتے پھرتے ہیں اور مردے زندہ کیے جاتے ہیں اور غریبوں کو خوشخبری سنائی جاتی ہے اور مبارک وہ ہے جو میرے سبب سے ٹھوکر نہ کھائے اور یہی جواب انجیل لوقا ص ۶۰ پر مرقوم ہے اسی طرح انجیل لوقا ص ۶۲ پر مرقوم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگردوں سے دریافت کیا کہ لوگ مجھے کیا کہتے ہیں انھوں نے جواب میں کہا یوحنا بتیمہ دینے والا اور بعض ایلیا کہتے ہیں اور بعض یہ کہ تقدیم بیوں میں سے کوئی نبی جی اٹھا ہے اس نے ان سے کہا لیکن تم مجھے کیا کہتے ہو، پطرس نے جواب کہا "خدا کا مسیح" اس نے ان کو تاکید کر کے حکم دیا کہ یہ کسی سے نہ کہتا اور کہا ضرور ہے کہ ابن آدم بہت دکھ اٹھائے اور بزرگ اور سردار کاہن اور فقیہ اسے رد کرے اور وہ قتل کیا جائے۔ ص ۶۲

اقول :-

جب یہ امر یقینی تھا تو پھر اپنے متعلق حقیقت حال کے اظہار سے روکنے میں تو کوئی مصلحت نہیں ہو سکتی بلکہ اس کا اظہار ضروری تھا کہ وہ مسیح ہیں ہی ہوں۔

کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت یحییٰ سے بڑے تھے؟

اس بشارت میں حضرت یحییٰ کا یہ اعتراف موجود ہے کہ جو میرے بعد آتا ہے میں اس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں ہوں جبکہ حضرت یحییٰ سے خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے برکت حاصل کی بتیمہ لیا۔ ملاحظہ ہو انجیل لوقا ص ۵۵ اور عبرانیوں باب ۷-۸ پر تصریح کر دی گئی ہے کہ اس میں

کلام نہیں کہ چھوٹا بڑے سے برکت پاتا ہے۔

۱۔ جب سب لوگوں نے بپتسمہ لیا اور یسوع بھی بپتسمہ پا کر دعا کر رہا تھا تو ایسا ہوا کہ آسمان کھل گیا اور روح القدس جہانی صورت میں کبوتر کی مانند اس پر نازل ہوا اور آسمان سے آواز آئی تو میرا پیارا بیٹا ہے تجھ سے میں خوش ہوں۔ ص ۵۵

۲۔ اور ان دنوں ایسا ہوا کہ یسوع نے گلیل کے ناصرہ سے آکر یردن میں یوحنا سے بپتسمہ لیا اور جب وہ پانی سے نکل کر اوپر آیا تو فی الفور اس نے آسمان کو پھٹتے اور روح کو کبوتر کی مانند اپنے اوپر اترتے دیکھا۔ انجیل مرقس ص ۳۴

۳۔ اس وقت یسوع گلیل سے یردن کے کنارے یوحنا کے پاس اس سے بپتسمہ لینے آیا مگر یوحنا یہ کہہ کر اس کو منع کرنے لگا کہ میں آپ تجھ سے بپتسمہ لینے کا محتاج ہوں اور تو میرے پاس آیا ہے۔ یسوع نے جواب میں اس سے کہا اب تو ہونے ہی دے کیونکہ میں اس طرح ساری راستبازی پوری کرنا مناسب ہے اس پر اس نے ہونے دیا اور یسوع بپتسمہ لے کر فی الفور پانی کے پاس سے اوپر گیا اور دیکھو اس کے لیے آسمان کھل گیا اور اس نے خدا کے روح کو کبوتر کی مانند اترتے اور اپنے اوپر آتے دیکھا۔ انجیل مٹی ص ۶

۴۔ اور میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو عورتوں سے پیدا ہوئے ہیں ان میں یوحنا بپتسمہ دینے والے سے بڑا کوئی نہیں ہوا۔ مٹی ص ۱۴

۵۔ جب یوحنا کے قاصد چلے گئے تو یسوع یوحنا کے حق میں لوگوں سے کہنے لگا انا تو پھر تم کیادیکھنے گئے تھے؟ کیا ایک نبی کو! ہاں میں تم سے کہتا ہوں بلکہ نبی سے بڑے کو یہ وہی ہے جس کی بابت لکھا ہے کہ دیکھو میں اپنا پیغمبر تیرے آگے بھیجتا ہوں جو تیری راہ تیرے آگے تیار کرے گا میں تم

سے کہتا ہوں کہ جو عورتوں سے پیدا ہوئے ہیں ان میں یوحنا بپتسمہ دینے والے سے بڑا کوئی نہیں تو پھر عیسیٰ ابن مریم ان سے بڑا کیونکر ہو سکتا ہے اور جب ان سے بڑا نہیں تو اس بشارت کا مصداق کیونکر ہو سکتا ہے؟ انجیل لوقا ص ۶۰

آئیو الایغیمیر داؤد علیہ السلام کی نسل نہیں ہوگا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل سے ہیں جیسے کہ انجیل لوقا ص ۵۵ پر تصریح کر دی گئی ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آنے والے غظیم پیغمبر کے متعلق خود فرمایا ہے کہ وہ نسل داؤد علیہ السلام سے نہیں ہوں گے۔

۲۔ پھر یسوع نے سیکل میں تعلیم دیتے وقت یہ کہا کہ فقیہہ کیونکر کہتے ہیں کہ مسیح داؤد کا بیٹا ہے، داؤد نے خود روح القدس کی ہدایت سے کہا ہے "خداوند نے میرے خداوند سے کہا میری داہنی طرف بیٹھ جب تک میں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں کے نیچے چوکی نہ کر دوں۔ داؤد تو آپ اسے خداوند کہتا ہے پھر اس کا بیٹا کہاں ٹھہرا۔

انجیل مرقس ص ۲۷، انجیل لوقا ص ۷۵، انجیل مٹی ص ۲۷

کیا حواری روح القدس بپتسمہ پانے والے تھے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں پانی سے تمہیں بپتسمہ دیتا ہوں اور جو میرے بعد آتا ہے وہ تمہیں روح القدس سے بپتسمہ دے گا۔ اب کیا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخلص حواری بھی اس مشرف سے مشرف تھے اور ان کے حق میں یہ اعزاز ثابت ہوتا ہے؟ انجیل لوقا ص ۱۶ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے رسولوں کی درخواست اور ان کا جواب ملاحظہ کرو تو اس رسول کا جواب خود ہی آجائے گا کہ قطعاً حواریوں میں یہ امتیاز واخصاص نہیں تھا۔

۱۔ رسولوں نے خداوند سے کہا ہمارے ایمان کو بڑھا: خداوند نے کہا اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوتا اور تم اس توت کے درخت سے کہتے کہ جڑ سے اکھڑ کر سمندر میں جا لگ تو تمھاری مانتا مگر تم میں ایسا کون ہے؟ انجیل لوقا ص ۱۷

۲۔ توارنخ بائبل میں ڈاکٹر ڈبلیو جی بلیکی صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مردوں میں سے جی اٹھنے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں "دو مرد دن سبت کا دن ہے مگر اس میں بھی شاگردوں کے لڑکھڑاتے

ایمان کو کچھ تقویت نہیں پہنچتی جب انھوں نے سنا ہوگا کہ ان کے پرانے ساتھی یہودا نے اپنے تئیں بچانسی دی ہے (جتنے میں روپے رشوت لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑ دیا تھا) تو ایک ایک کا دل ہمیت سے بھر گیا ہوگا لیکن دوسرے دن کی روشنی میں خداوند کی قبر خالی دکھائی دیتی ہے اور وہ اپنے رسولوں اور شاگردوں پر اسی دن کئی بار ظاہر ہوتا ہے گو اس نے اپنے جی اٹھنے کی خبر پہلے دن تھی تاہم معلوم ہوتا ہے کہ شاگرد اس واقعے کے منتظر نہ تھے کیونکہ ان کا ایمان کمزور تھا۔ (توارنخ بائبل ص ۵۲۲)

آنا کمزور کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آخری لمحات کی تاکیدی خبر پر کہ "میں تیسرے دن جی اٹھوں گا، کا بھی یقین نہ کیا اور رحمت انتظار برداشت نہ کی کیا روح القدس کا بپتسمہ لینے والے لیے ہوا کرتے ہیں؟

۳۔ یسوع مسیح کے شاگرد پطرس کے متعلق انجیل متی باب ۱۶، ۲۲ پر مرقوم ہے کہ جب حضرت عیسیٰ نے اپنا دکھ اٹھانا اور قتل کیا جانا بیان کیا تو اس پر پطرس کو الگ لے جا کر ملاقات کرنے لگا کہ اے خداوند خدا نہ کرے یہ تجھ پر ہرگز نہیں آنے کا، اس نے پھر کہ پطرس سے کہا۔ اے شیطان میرے سامنے سے دور ہو تو میرے لیے ٹھوکر کا باعث ہے" کہیے جناب جو اپنے نبی بلکہ خداوند کو ملاقات کرے اور اس کا نبی بلکہ خداوند اس کو شیطان کے لقب سے نوازے اور اپنی بارگاہ سے دور کر دے ایسا شخص کس اہلیت کی بدولت روح القدس سے بپتسمہ یا فتنہ تسلیم کیا جاسکتا ہے؟

۴۔ مرقس رسول کے متعلق یہی ڈاکٹر صاحب توارنخ بائبل کے صفحہ پر رقم طراز ہیں۔

"اس جگہ (میفو علیہ السلام) مرقس جواب تک ان کے ساتھ تھا یہ وہ شلم کو

کیا حواری روح القدس بپتسمہ پانے والے تھے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں پانی سے تمہیں بپتسمہ دیتا ہوں اور جو میرے بعد آتا ہے وہ تمہیں روح القدس سے بپتسمہ دے گا۔ اب کیا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخلص حواری بھی اس شرف سے مشرف تھے اور ان کے حق میں یہ اعزاز ثابت ہوتا ہے؟ انجیل لوقا ص ۱۶ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے رسولوں کی درخواست اور ان کا جواب ملاحظہ کرو تو اس رسول کا جواب خود ہی آجائے گا کہ قطعاً حواریوں میں یہ امتیاز واخصاص نہیں تھا۔

۱۔ رسولوں نے خداوند سے کہا ہمارے ایمان کو بڑھا: خداوند نے کہا اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوتا اور تم اس توت کے درخت سے کہتے کہ جڑ سے اکھڑ کر سمندر میں جا لگ تو تمھاری مانتا مگر تم میں ایسا کون ہے؟ انجیل لوقا ص ۱۷

۲۔ توارنخ بائبل میں ڈاکٹر ڈبلیو جی بلیکی صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مردوں میں سے جی اٹھنے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں "دو مرد دن سبت کا دن ہے مگر اس میں بھی شاگردوں کے لڑکھڑاتے

ایمان کو کچھ تقویت نہیں پہنچتی جب انھوں نے سنا ہوگا کہ ان کے پرانے ساتھی یہودا نے اپنے تئیں بچانسی دی ہے (جتنے میں روپے رشوت لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑ دیا تھا) تو ایک ایک کا دل ہمیت سے بھر گیا ہوگا لیکن دوسرے دن کی روشنی میں خداوند کی قبر خالی دکھائی دیتی ہے اور وہ اپنے رسولوں اور شاگردوں پر اسی دن کئی بار ظاہر ہوتا ہے گو اس نے اپنے جی اٹھنے کی خبر پہلے دن تھی تاہم معلوم ہوتا ہے کہ شاگرد اس واقعے کے منتظر نہ تھے کیونکہ ان کا ایمان کمزور تھا۔ (توارنخ بائبل ص ۵۲۲)

آنا کمزور کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آخری لمحات کی تاکیدی خبر پر کہ "میں تیسرے دن جی اٹھوں گا، کا بھی یقین نہ کیا اور رحمت انتظار برداشت نہ کی کیا روح القدس کا بپتسمہ لینے والے لیے ہوا کرتے ہیں؟

۳۔ یسوع مسیح کے شاگرد پطرس کے متعلق انجیل متی باب ۲۶، ۱۶ پر مرقوم ہے کہ جب حضرت عیسیٰ نے اپنا دکھ اٹھانا اور قتل کیا جانا بیان کیا تو اس پر پطرس کو الگ لے جا کر ملاقات کرنے لگا کہ اے خداوند خدا نہ کرے یہ تجھ پر ہرگز نہیں آنے کا، اس نے پھر کہ پطرس سے کہا۔ اے شیطان میرے سامنے سے دور ہو تو میرے لیے ٹھوکر کا باعث ہے" کہیے جناب جو اپنے نبی بلکہ خداوند کو ملاقات کرے اور اس کا نبی بلکہ خداوند اس کو شیطان کے لقب سے نوازے اور اپنی بارگاہ سے دور کر دے ایسا شخص کس اہلیت کی بدولت روح القدس سے بپتسمہ یا قیامت تسلیم کیا جاسکتا ہے؟

۴۔ مرقس رسول کے متعلق یہی ڈاکٹر صاحب توارنخ بائبل کے صفحہ پر رقم طراز ہیں۔

"اس جگہ (میفو علیہ السلام) مرقس جواب تک ان کے ساتھ تھا یہ وہ شلم کو

چلا گیا شاید اس لیے کہ جب اس نے دیکھا کہ پولوس اور برنباس پہلا یہ کے جنگلوں اور صحراؤں میں گھسنا چاہتے ہیں تو وہ ڈر گیا اور ضعف ایمان کے سبب واپس چلا گیا۔

جب رسول کا ایمان ہی ضعیف ہے اور فرض تبلیغ حضرت مسیح کی تاکید و تاکید کے باوجود ادا کرنے سے قاصر ہے تو دوسروں کا حال کیا ہوگا؟

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

۵۔۔۔۔۔ توارنخ بائبل ص ۵۴۵ پر پولوس کی تعلیم کو درست اور وزنی قرار دیتے ہوئے اور پطرس رسول کی راستبازی کے معیار میں لغزش کھانے کا ذکر کرتے ہوئے کہا ”یہ تعلیم شاید پولوس رسول کی تصانیف میں ایسی توضیح و توسیع کے ساتھ بیان نہ کی جاتی اگر یہودی خیالات کے استناد ”نادان کلیتوں“ کو اپنی جادو بھری باتوں سے بہکانے کو سر یا نہ ہوتے۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر مقدس پطرس لغزش نہ کھاتا تو شاید یہ تعلیم ایسی وضاحت کے ساتھ بیان نہ کی جاتی، گو یا مقدس پطرس بھی یہودیوں کا سہنوا ہو گیا اور اس غلطی کا مرتکب کھٹھ اور یہود اسکریوٹی کا یہودیوں سے کٹھ جوڑ اور اپنے رسول کو سولی دلانا تو کون بھول سکتا ہے؟

۶۔۔۔۔۔ یہی ڈاکٹر صاحب اسی توارنخ بائبل کے ص ۵۴۶ پر پولوس اور برنباس کی علیحدگی کا سبب بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

کچھ عرصہ انطاکیہ میں قیام کرنے کے بعد پولوس نے برنباس سے کہا کہ ہم پھر دورہ کریں اور جن کلیساؤں کو ہم نے قائم کیا ہے انہیں دیکھیں اور مضبوط کریں۔ لیکن اس موقع پر ان کے درمیان نا اتفاق سی ہوگی اور وجہ اس کی یہ ہوئی کہ برنباس اپنے بھائی مرقس کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔ لیکن

پولوس اس پر پورا پورا تاکید نہ کرتا تھا کیونکہ پہلے سفر میں بمفولیم میں اس نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اس نا اتفاقی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان دونوں مشینروں نے جدا جدا راستہ اختیار کیا۔ برنباس اور مرقس کپرس کو چلے گئے اور پولوس سیلاس کو اپنے ساتھ لے کر ایشائے کوچک میں دور دراز تک گھومتا پھرتا رہا۔ نوشتوں میں ایسے واقعات کا جو ان بزرگوں کے نقص پیش کرتے ہیں درج کیا جانا انجیلی بیان کی سچائی اور تاریخ کی صداقت کا پختہ ثبوت ہے۔ توارنخ بائبل ص ۵۴۶

لیکن انہی نقائص کا بیان اہل اسلام کے لیے اس حقیقت کا واضح برہان ہے کہ حضرت یحییٰ کا یہ فرمان سید المرسل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا واضح اعلان ہے جن کے غلاموں نے یقین کامل کے ساتھ صحراؤں اور بیابانوں کو گھوڑوں کے سموں سے روند ڈالا اور دریاؤں سمندروں کے خشک راستے وصول کر لیے اور قیصر و کسریٰ کے تاج و تخت کو روند ڈالا یقیناً روح القدس کی تائید و نصرت انہی کو حاصل ہوئی اور اس حقیقت کا ناقابل تردید بیان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواری اور شاگرد اور رسول اس کا مصداق نہیں ہیں۔



کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گہروں بھوسی میں اتنا زکیا اور بھوسی کو جلا یا !!!؟

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی اس بشارت میں آنے والے مسیح کے متعلق فرمایا گیا ہے، "اس کا چہاج اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ اپنے کھلیاں کو خوب صاف کرے گا اور اپنے گہروں کو توکتھے میں جمع کرے گا مگر بھوسی کو اس آگ میں جلانے کا جو بجھنے کی نہیں ہے"

اس عبارت پر غور کریں تو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ دنیوی زندگی میں ظاہر ہونے والی وہ علامات ہیں جو آنے والے پیغمبر کو ممتاز کرتی ہیں۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے متعلقین میں ایسے کسی اتنا زکو ظاہر نہیں فرمایا اور مومن و منافق اور مخلص و ریاکار میں قطعاً اتنا ز نہیں فرمایا بلکہ یہود اس کے یوطلی جیسا بد بخت اور منافق بھی حواریوں میں آخر دم تک شامل نظر آتا ہے اسی طرح مخالفین یہود اور دیگر منکرین کے ساتھ آپ نے کسی قسم کا تعرض نہیں فرمایا بلکہ خود ان کے ظلم و ستم کا خزانہ بن گئے اور سولی پر چڑھا دیئے گئے اور آپ پر اس وقت از روئے کتاب مقدس ایسا اضطراب طاری تھا اور ایسی گھبراہٹ کہ "ایلی ایلی لما شبتنی" جیسے کلمات زبان سے نکلنے لگے جو ایک عام مومن بھی آزمائش کے موقع پر استعمال

کرے تو ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے یعنی اسے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔

(ملاحظہ ہو انجیل متی ص ۳۳ و انجیل لوقا ص ۵۰)

زرا غور سے ان کلمات کو پڑھئے یہ سوال نہیں کہ کیا تو نے مجھے چھوڑ دیا بلکہ کیوں چھوڑ دیا جس کا مطلب واضح ہے کہ مجھے تو نے چھوڑ تو دیا ہے مگر اس کی وجہ تو تبلا کیا جس نبی کو خدا چھوڑ دے وہ نبی رہ سکتا ہے اور جس کا اپنے خدا کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ اس نے مجھے چھوڑ دیا ہے وہ اس کے ہاں کسی مقام و مرتبہ پر فائز ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے؟

الغرض اس عبارت کا مصداق صرف نبی امی فداہ ابی وامی ہی ہو سکتے ہیں جنہوں نے اخلاص و نفاق اور اسلام و کفر میں واضح حد بندی فرمادی اور جنگ کی آگ میں مخالفین کو جلا دیا اور اسی راہ سے جہنم میں داخل کر دیا جس طرح کہ ارشاد خداوندی ہے: "مَا كَانَ اللَّهُ لِيُذْهِبَ الْبُؤْسَ عَنْ أَهْلِ الْإِيمَانِ إِنَّهُمْ عِنْدَ اللَّهِ عَمَتٌ مَّا أَفْتَنُوا"۔ اللہ تعالیٰ کو یہ زریا نہیں کہ تمہیں اس اختلاط والی حالت میں رکھے جس پر کہ تم اب ہو بلکہ وہ فیصلہ کر چکا ہے کہ جنشیوں کو پاک لوگوں سے الگ کرے اور یوم بدر کو اسی لیے یوم فرقان سے تعبیر فرمایا کہ اس نے حق و باطل میں واضح فرق بھی کیا اور کفر کی مکر توڑ کر رکھ دی۔ رہا یہ شبہ کہ چہاج سے مراد شریعت ہے اور کھتے سے مراد جنت اور نہ بجھنے والی آگ دوزخ ہے لیکن یہ تو جیہہ اس لیے غلط ہے کہ ایسا چہاج تو ہر پیغمبر کے ہاتھ میں تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کیا تخصیص؟ اور جس طرح جزاء و نرا میں دوسرے پیغمبر مستقل نہیں تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی مستقل نہیں تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع۔ پھر اس چہاج سے دنیا میں لوگوں کو کیسے حتمی علم ہو سکتا ہے کہ آنے والا پیغمبر جس کی بشارت بلکہ تمنا حضرت موسیٰ اور حضرت داؤد علیہما السلام کے زمانہ سے ہو رہی ہے وہ یہ ہی ہیں۔

حقوق اور موسیٰ علیہ السلام کی طرف بشارت

قدوس کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا

استنبات تورات باب ۳۳ ص ۲۰ پر موسیٰ علیہ السلام کا فرمان اس طرح منقول ہے "خداوند سینا سے آیا اور شیعر سے ان پر آشکار ہوا وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور لاکھوں قدسیوں میں آیا، اس کے واسطے ہاتھ پر ان کے لیے آتشی شریعت تھی وہ بے شک قوموں سے محبت رکھتا... الخ اور حقوق نبی کی دعا اس طرح منقول ہے۔ ملاحظہ ہو حقوق باب ۳۲ ص ۲۴ لے خداوند اسی زمانہ میں اپنے کام کو بحال کر اسی زمانہ میں اس کو ظاہر فرما خدا یانی سے آیا اور قدوس کوہ فاران سے اس کا جلال آسمان پر چھا گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہو گئی اس کی جگہ گاہٹ نور کی مانند تھی اس کے ہاتھ سے کرنیں نکلتی تھیں اور اس میں اس کی قدرت نہاں تھی، وہاں اس کے آگے چلتی تھی اور آتشی تیر اس کے قدموں سے نکلتے تھے وہ کھڑا ہوا اور زمین تھرا گئی اس نے نگاہ کی اور قومیں پراگندہ ہو گئیں۔ ازلی پہاڑ پارہ پارہ ہو گئے، قدیم ٹیلے جھک گئے، اس کی راہیں ازلی ہیں۔ ص ۸۷

کوہ فاران مکہ مکرمہ کا پہاڑ ہے جس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان توحید و رسالت فرمایا اور لوگوں کو آتشی شریعت دی جس نے مانتے

والوں کو تو کندن بنایا اور مخالفین کو بھسم کر دیا اور تیروں، تلواروں کے ذریعے قوموں کو پراگندہ کیا اور ارض فارس لہڑا گئی۔

جبکہ اس شریعت کے برعکس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا نقشہ انجیل سے ہی ملاحظہ کریں۔ انجیل متی ص ۸

"تم سن چکے کہ کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت لیکن تم سے کہتا ہوں کہ شریعت کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے دہنے گال پر ملتا پنچہ مارے تو دوسرا بھی اس کی طرف پھیرے اور اگر کوئی تجھ پر نالش کر کے تیرا کرنا لینا چاہے تو چونہ بھی اسے لے لینے دے اور جو کوئی تجھے ایک لوس بیگار میں لے جائے اس کے ساتھ دو کوس چلا جا۔

کیا اس تعلیم کو آتشی شریعت کہا جاسکتا ہے اور اس نبی کے متعلق یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ اس کے قدموں سے آتشی تیر نکلتے تھے اور زمین اس کے کھڑے ہونے سے تھرا گئی علاوہ ازیں اس میں تینوں مراکتہ رشد و ہدایت کو الگ الگ بیان کر دیا گیا۔ سینا جہاں سے موسیٰ علیہ السلام کو اعزاز کلمیٰ عطا ہوا اور تورات حبیبی عظیم کتاب اور کوہ شیعر جہاں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سلسلہ رشد و ہدایت شروع ہوا اور کوہ فاران جہاں سے قرآن کریم حبیبی ابدی کتاب کا ظہور ہوا اور خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ابدی شریعت، لہذا کسی التباس و استنباط کی اس امر میں گنجائش ہی نہیں کہ حضرت یحییٰ کے فرمان کا مصداق بھی صرف اور صرف خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ کی اس بشارت اور حقوق پیغمبر کے اس رویہ کا حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی نسل کا فاران کے علاقہ میں ہونا عہد نامہ قدیم پیدائش کے ص ۲۰ کی اس آیت سے واضح ہے "خدا اس

دنیا کا سردار آتاب

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو ایک عظیم ہستی کے رونا ہونے اور دنیا پر قدم رنجہ فرمانے کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا:

۱۔ میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بنجئے گا کہ اب تک تمہارے ساتھ ہے۔ (انجیل یوحنا ص ۹۹)

۲۔ اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہیں کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتاب ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔ ص ۹۹

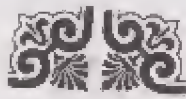
۳۔ لیکن جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی روح حق جو باپ سے صادر ہوتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا اور تم بھی گواہ ہو کیونکہ شروع سے میرے ساتھ ہو۔

(انجیل یوحنا ص ۱۰۰)

۴۔ لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے ... فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہیں آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اس کو تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصور وار ٹھہرائے گا۔ ص ۱۰۱

۵۔ مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں مگر اب تم ان کی

رد کے ساتھ تھا وہ بڑا ہوا اور بیابان میں رہنے لگا اور تیر انداز بنا اور وہ فاران کے بیابان میں رہتا تھا لہذا اس بشارت کا مصداق صرف اور صرف رسول معظم علیہ السلام ہیں جو منظر ذات و صفات خداوند ہو کہ فاران سے جلوہ گر ہوئے۔ واللہ اعلم



برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔

ان پانچ عبارات کو ملاحظہ کرنے کے بعد یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود اس امر کے معترف ہیں کہ میرے بعد دنیا کا سردار آتا ہے اور میرے اندر ان کے کمالات و خصائص میں سے کوئی کمال اور خصوصیت موجود نہیں ہے اور وہ جو کچھ فرمائیں گے زبان اگرچہ ان کی ہوگی مگر کلام ان کا نہیں ہوگا (وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ) اور وہ ہمیں غیب کی خبریں بتلائیں گے (وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ) لہذا حضرت یحییٰ علیہ السلام کی اس بشارت کا حقیقی ... مصداق بھی سرورِ انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں تاکہ دو توں پیغمبرِ کرام کی بشارت میں توافق و اتحاد پیدا ہو جائے اور کوئی ایک دوسرے کی تکذیب کا موجب نہ ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

عیسائیوں کی تاویل اور اس کا رد

رہ گئی پادری صاحبان کی یہ توجیہ کہ یہاں روح القدس کے آنے کی بشارت ہے نہ کہ کسی دوسرے پیغمبر کی یعنی اس کا حواریوں پر نازل ہو گا اور وہ اپنی طرف سے نہ کلام کرے گا بلکہ جو ستے گا کہے گا وغیرہ وغیرہ۔ مگر ہم پوچھتے ہیں ا۔۔۔۔۔ کہ جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر ہے اس وقت تک جبرائیل امین اور روح القدس نے زمین پر قدم نہیں رکھا تھا۔

۲۔ کیا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل تھے اور ان کا کوئی کمال آپ میں موجود نہیں تھا جن کو اللہ تعالیٰ سے متحد مانا جاتا ہے اور جو تثلیث فی الوحدة کے عقیدہ کی روح اور جان ہیں ان سے روح القدس مرتبہ میں زائد کیونکر ہو سکتے ہیں۔

۳۔ — روح القدس کا نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نہ ہوا اور حواریوں پر ہو کیونکہ آپ فرماتے ہیں میرے بعد آتا ہے اور جب تک میں نہیں جاؤں گا وہ نہیں آئے گا تو اس سے حواریوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی افضل ہونا لازم آئے گا۔

۴۲ — حضرت عیسیٰ کو غیب کی وہ خبریں معلوم نہ ہوں جو روح القدس

حواریوں کو تبتلائیں تو علمی لحاظ سے روح القدس اور حواری سلیقت لے گئے حالانکہ عیسائیوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں اللہ تعالیٰ کا عنصر علم منتقل ہوا تھا جس سے ابن اللہ ہونے کا شرف ان کو حاصل ہوا تو پھر جبرائیل کے علم کا ان میں نہ ہونا کیونکر متصور ہو سکتا ہے اور حواریوں کو روح القدس کی طرف سے وہ علوم کیونکر انعام کیے جاسکتے ہیں جو ان کے نبی و رسول میں نہیں تھے نبی کی امت پر اصل فوقیت علم کے اعتبار سے ہوتی ہے جب وہ بھی نہ رہی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیونکر افضل کہہ سکیں گے اور جب ان کے حواری ان سے افضل ہو گئے تو حضرت یحییٰ بنی ماریہ کا یہ کہنا کیونکر درست ہوگا کہ میں عیسیٰ بن مریم کی جوتیوں کا تسمہ کھولنے کی یاقوت نہیں رکھتا۔

۵۔۔۔۔۔ نیز حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق انجیل لوقا ص ۵۲ پر تصریح موجود ہے کیونکہ ”وہ خداوند کے حضور میں بزرگ ہوگا اور ہرگز مٹے نہ کوئی اور شراب پیئے گا اور اپنی ماں کے بطن سے ہی روح القدس سے بھر جائے گا۔۔۔ الخ“

جب آپ بچپن سے اس شان کے مالک تھے تو دنیا کے سردار کیوں نہ بنے اور ان صفات کے ساتھ موصوف کیوں نہ ہوئے جن کے متعلق حضرت عیسیٰ آنے والی ہستی کو موصوف تبلا ہے تھے اور حواریوں کو جو شرف حاصل ہو گیا وہ آپ کو کیونکر حاصل نہ ہو سکا لہذا یہ تو جیہہ لغو ہے اور ناقابل قبول۔

۶۔۔۔۔۔ علاوہ ازیں آپ فرماتے ہیں دنیا کا سردار آتا ہے اور دنیا کا سردار وہی ہوگا جو اس دنیا میں ظہور پذیر ہو اور دنیا کی مخلوق اس کو دیکھے

اور اس کا کلام اس کے احکام سے جو صرف حواریوں کو دکھائی دے اور انہیں کو وحی والہام کرے وہ دنیا کا سردار کیسے کہلائے گا وہ نہ دنیا کا خالق نہ اس کا مالک نہ اس میں متصرف پھر سردار ہونے کا کیا معنی؟

۷۔۔۔۔۔ نیز اگر روح حق اور روح القدس دنیا کا سردار تھا اور کمالات عیسوی کو اس کے کمالات سے کوئی نسبت نہیں تھی تو حواریوں اور رسولوں کو فیض روح القدس حاصل کرنے کے بعد اس کی عظمت ظاہر کرتی چاہیے تھی مگر انہوں نے جو کمال اور معجزہ و خرق عادت دکھلایا اس کی نسبت حضرت عیسیٰ کی طرف کی مثلاً پطرس کا جہنم کے ننگرے کو درست کرنا اعمال باب ۳ پر مذکور ہے ”مگر اسی نے درست کرتے وقت جو کلمات کہے وہ یہ ہیں مسیح نامری کے نام سے چل پھر اسرائیلیوں کے سامنے جب اس نے تقریب کی تو اس نے یوں کہا۔ ابراہام اور اسحاق اور یعقوب کے خدا یعنی ہمارا باپ داؤد کے خدا نے اپنے خادم یسوع کو جلال دیا (تا) اسی کے نام سے اس ایمان کے وسیلہ سے جو اس کے نام پر ہے اس شخص کو مضبوط کیا جسے تم دیکھتے اور جانتے ہو۔“

اسی طرح اعمال باب ۴ میں سرداروں، کاہنوں اور فقیہوں کی مجلس میں یہرشلیم کے اندر پطرس نے ان کے اس سوال کے جواب میں کہ تم نے یہ کام کس قدرت اور کس نام سے کیا؟ تو اس نے کہا اے امت کے سردار اور بزرگوار آج ہم سے اس احسان کی بابت باز پرس کی جاتی ہے جو ایک ناتواں آدمی پر ہوا کہ وہ کیونکر اچھا ہو گیا تو تم سب اور اسرائیل کی ساری امت کو معلوم ہو کہ یسوع مسیح نامری جس کو تم نے مصلوب کیا اور خدا نے مردوں سے جلایا اسی کے نام سے یہ شخص تمہارے سامنے تندرست کھڑا ہے۔ ملاحظہ ہو اعمال ص ۱۱

اسی طرح جب حواریوں اور عیسیٰ علیہ السلام کے رسولوں کے خلاف اسرائیلیوں کا ہنوں اور سرداروں نے تشدد شروع کیا تو انھوں نے جو اجتماعی دعا کی اس کے اتفاق بھی سنتے جائیے: اعمال باب ۴، ۲۹

”اب اے خداوندان کی دھمکیوں کو دیکھ اور اپنے بندوں کو یہ توفیق دے کہ وہ نیراکلام کمال دلیری کے ساتھ سنائیں اور تو اپنا ہاتھ شفا دیتے کو بڑھا اور تیرے پاک خادم یسوع کے نام سے معجزے اور عجیب کام ظہور میں آئیں“
الغرض ہر مقام پر رسولوں نے عجیب کاموں کی نسبت یسوع علیہ السلام کے نام کی طرف کی ہے جس سے صاف ظاہر کہ ان کے تمام کمالات اور معجزات وغیرہ اسی نام کا صدقہ تھے اور یہی نام ان کے لیے بمنزلے کلمہ کن کے تھا تو پھر دنیا کا وہ سردار جو حضرت یسوع سے بھی افضل اور بالاتر تھا اس نے کیا کیا اور کونسا کمالی ظاہر کیا۔ نہ براہ راست اس کا کوئی کمال کسی نے دیکھا اور نہ ان رسولوں نے اسی کا مظہر بن کر کہا کہ ہمارا یہ کمال دراصل روح القدس کا کمال ہے جس طرح رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر و حنین میں کنکریوں کی مٹھی کفار کی طرف پھینکی اور وہ بدحواس ہو کر بھاگے مگر قرآن مجید نے واضح کر دیا کہ یہ فعل ان کا اپنی ذاتی حیثیت میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا مظہر ہونے کی حیثیت سے ہے۔ ”ذَٰمَنَّا صَبْرًا ۖ اِذْ نَمَّيْنٰتُ وَ لٰكِنَّا ۤاَللّٰهُ نَحْمَدُ ۚ“ لہذا رسولوں کا یہ طرز عمل اور یہ تعلیم اس امر کی شاہد ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے ان ارشادات میں روح القدس یعنی جبرئیل کی خبر نہیں بلکہ جبرئیل کے بھی مخدوم و موالی اور سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کی خوشخبری ہے۔
۸۔۔۔۔۔ نیز اگر روح القدس کے نزول کی خبر دنیا مقصود ہوتی تو اس طرح کیوں فرماتے کہ میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا

مددگار بننے کا، جو اب تک تمہارے ساتھ رہے گا کیونکہ دوسرا مددگار وہی کہلا سکتا ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہو کہ پہلے وہ مددگار تھے اب جاتے جاتے دوسرے کا انتظام فرما گئے لیکن روح القدس تو ان پر بھی نازل ہوتا رہا اور ان کے واسطے سے حواریوں اور رسولوں کی بھی تو جو پہلے سے ان کا مددگار تھا اس کو دوسرا مددگار کہنا کیونکر درست ہو سکتا ہے؟ اور صرف حواریوں کے لیے نہیں بلکہ پہلے تمام پیغمبران کے لیے روح القدس کی یہ امداد جاری رہی اور رہیگی جیسے کہ پطرس رسول نے حواریوں اور رسولوں کے نزول روح القدس سے مخموری والا ہونشی کی حالت میں ہو جانے اور لوگوں کے ان کوشش سے چور سمجھنے کی وجہ سے پکار کر کہا بات اس طرح نہیں جو تم سمجھتے ہو بلکہ یہ وہ بات ہے جو یوئیل نبی کی معرفت کہی گئی ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ آخری دنوں میں ایسا ہو گا کہ میں اپنی روح میں سے بشریہ ڈالوں گا اور تمہارے بیٹے اور تمہاری بیٹیاں نبوت کریں گی اور تمہارے جوان رویا اور تمہارے بڑھے خواب دیکھیں گے بلکہ میں اپنے بندوں اور اپنی بندویوں پر بھی ان دنوں اپنی روح میں سے ڈالوں گا اور وہ نبوت کریں گی اعمال باب ۲، ۱۸۔۔۔۔۔ تو یہ مددگار ایک ہی ہے جو ہر دور میں ہر پیغمبر کے ساتھ رہا ہے لہذا اس کو دوسرا مددگار کہنا بھی غلط اور منجھ میں اس کا کچھ نہیں کہنا بھی قطعاً غلط ہو گا بلکہ یہ عبارات اسی صورت میں درست ہو سکتی ہیں جبکہ ایک عظیم الشان پیغمبر کے تشریف لانے کی خبر دی جا رہی ہو۔

۹۔۔۔۔۔ پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اس مددگار کا اب تک ساتھ رہنا بیان کیا گیا ہے جب حواری اور رسول آپ ابھی نہیں تھے تو وہ مددگار اب تک ان کے ساتھ کیسے ہو سکتا تھا اس سے صاف ظاہر کہ مراد صرف حواری اور

رسول عیسیٰ علیہ السلام نہ تھے بلکہ پوری امت اور نسل انسانی مراو تھی اور اس عبارت میں آنے والے رسول کی ابدیت رسالت اور دوام شریعت اور ناقابل نسخ تعلیم کا بیان ہے اور یہ بات صرف دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تعلیمات اور آپ کی نبوت و رسالت پر ہی صادق آتی ہے۔

۱۰۔ منشاء غلطی

عیسائی برادری کو غلطی یہاں سے لگتی ہے کہ کلام عیسیٰ علیہ السلام میں چونکہ آنے والی ہستی کو روح الحق سے تعبیر کیا گیا ہے لہذا اس سے مراد کوئی انسان اور بشر کیونکر ہو سکتا ہے؟ لیکن یہ بنیاد بالکل ضعیف اور ناقابل اعتذار ہے کیونکہ۔

(۱) جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انسان بشر اور ابن مریم ماننے کے باوجود روح اللہ تسلیم کرتے ہیں تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم انسانی اور بشری حالت میں ہوتے ہوئے روح حق کیوں نہیں کہلا سکتے بلکہ حقیقت حال یہ ہے کہ جب روحانیت کا غلبہ ہو اور بشری تقاضے مغلوب بلکہ کالعدم ہو جائیں تو بشر کو روح کہنا بالکل درست ہوتا ہے اسی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ کہلائے اور پیغمبر آخر الزماں علیہ السلام بھی روح حق کہلائے

(۲) نیز حیات ابدان کا دار و مدار روح پر ہوتا ہے اور حیات قلوب اور ارواح کا دار و مدار تعلیمات نبوت و رسالت پر لہذا پیغمبر نسل انسانی کے لیے بمنزلہ روح کے ہوا جو ان کو روحانی اور قلبی حیات سے مشرف کرتا ہے بلکہ ابدی اور غیر فانی حیات سے بہرہ ور کرتا ہے اور چونکہ پیغمبر آخر الزماں کی تعلیم ابدی تھی اور جامع ترین اور سب شرائع سے اکل شریعت آپ کی تھی

تو آپ روح الحق قرار پائے۔ واللہ اعلم بالصواب

(۳) علاوہ ازیں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس اور آپ کے نور انوار کا تمام مخلوق سے ساٹھ ہزار سال پہلے پیدا کیا جاتا ثابت ہے جیسے کہ انجیل برنباس سے اس کے حوالے پیش کیے جائیں گے اور اہل اسلام کے نزدیک بھی کتاب و سنت کی روشنی میں یہ حقیقت مسلم ہے لہذا اس امتیازی شان کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور اس سبقت خلق و ایجاد کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ کو روح حق سے تعبیر کیا گیا ہے۔ لہذا اس بنیاد پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بشارت کا مصداق نہ بنانا بالکل غلط ہے اور ناقابل التفات و اعتبار

لہذا یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ دنیا کا سرور جس کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی وہ صرف اور صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے زمین میں خدا تعالیٰ کے دین اور اس کی الوہیت کا اعلان کئے اور جہاد کے ذریعے مخالفین کا صفایا کر کے حکومت قائم فرمائی اور اس کے غلاموں نے قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ کر ان کے دین کو شرق و غرب اور شمال و جنوب تک پہنچایا اور اسلام کی عظیم سلطنت کی بنیاد ڈالی جس میں چودہ سو سال سے پیروں اور میناروں پر شہدائے محمد رسول اللہ کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں اور آجی ہونے کی وجہ سے محض تعلیم الہی سے کلام فرمایا اور ایسے غیوب بیان فرمائے جو پہلی کسی آسمانی کتاب میں نہیں اور نہ کسی نبی نے اپنی امت پر ان کا انکشاف کیا اور جملہ کمالات میں صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نہیں بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبران کرام سے ممتاز و منفرد ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

۱۱۔ انجیل یوحنا سے نقل کردہ چوتھی عبارت میں اس طرح کہا

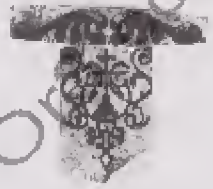
گیا ہے۔ وہ اگر دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں تصور وار
 ٹھہرائے گا اور عربی انجیل مطبوعہ لندن آکسفورڈ ۱۸۷۱ء میں یہ الفاظ ہیں
 ”و متی جاء ذلك يسلط العالم على خطيئة وعلى بترو على ديسونة“
 الخ ساوس عشر ص ۱۷۸

یعنی جب وہ روح حق آئے گا تو سارے عالم کو سزائش کرے گا گناہ
 اور نیکی اور راستبازی پر اور بتکیت و تو بیخ ہم معنی ہیں اور تصور وار
 ٹھہرانے کا مطلب ہے تادیبی کارروائی کیونکہ عند اللہ مجرم ہونا تو ہر عالم و مبلغ
 بیان کر سکتا ہے کہ کوئی امتیازی خصوصیت نہیں ہے۔ امتیازی خصوصیت
 ہے تو عملاً شریعت کو نافذ کرنا اور خلاف ورزی پر سزا دینا اور یہ خصوصیت
 نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تھی اور نہ ہی ان کے حواریوں میں بلکہ ان کا
 دائرہ کار صرف تبلیغ اور زبانی وعظ و نصیحت تک محدود تھا، عیسیٰ علیہ السلام
 کا اپنا فرمان انجیل یوحنا باب ۱۲-۱۷ پر ملاحظہ فرمائیں۔

اگر کوئی میری باتیں سن کر ان پر عمل نہ کرے تو میں اس کو مجرم نہیں ٹھہراتا
 کیونکہ میں دنیا کو مجرم ٹھہرانے نہیں آیا بلکہ دنیا کو نجات دینے کے لیے آیا ہوں۔
 جو مجھے نہیں مانتا اور میری باتوں کو قبول نہیں کرتا اس کا ایک مجرم ٹھہرانے
 والا ہے یعنی جو کلام میں نے کیا آخری دن وہی اسے مجرم ٹھہرائے گا کیونکہ میں
 نے کچھ اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ باپ جس نے مجھے بھیجا اسی نے مجھے حکم دیا
 ہے کہ کیا کہوں اور کیا بولوں“ انتہی

اور حواری و رسل بھی صرف تبلیغی دورے کرتے رہے نہ ان کی حکومت قائم
 ہوئی اور نہ حدود و تعزیرات کا نظام انہوں نے قائم کیا بلکہ لوگوں کو گناہ سے
 بے خوف اور نڈر بنانے کے لیے کفارہ کا عقیدہ گھڑ لیا کہ حضرت عیسیٰ بہار

گناہوں کا کفارہ بننے کے لیے سولی پر چڑھے لہذا گناہوں سے گھبرانے کی ضرورت
 ہی نہیں تو ایسی صورت میں یہ حقیقت تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ ان بشارات
 کا مصداق نہ جواری و رسل ہیں نہ ان پر اتارتے والا روح القدس بلکہ وہ پیغمبر
 جس نے حدود و تعزیرات کا نظام نافذ کیا اور گناہوں کا قوت و طاقت سے
 سدباب کیا اور وہ صرف اور صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔



کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام

کے بعد آئے

حضرت یحییٰ (یوحنا) کی بشارت میں ہے جو میرے بعد آتا ہے وہ مجھ سے
زور آور ہے اور میں اس کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے لائق نہیں مگر جب
ہم تاریخ پیدائش کو دیکھتے ہیں تو بعد آنے کا تخمینہ ناقابل قبول ٹھہرتا ہے کیونکہ
حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف چھ ماہ بعد اس دنیا پر قدم رنجہ فرما ہو جاتے ہیں
صرف اس فرق کے پیش نظر ان کا ایسی نبوت کے سارے زمانہ میں یہی کہتے رہنا
جو میرے بعد آتا ہے وہ مجھ سے زور آور ہے۔ ناقابل فہم اور ناقابل تسلیم بات
ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

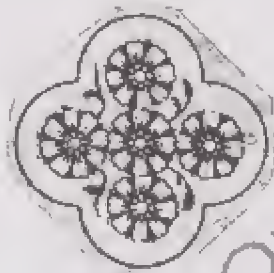
تواریخ بائبل میں ڈاکٹر بلیک صاحب نے "یوحنا کی پیدائش کی خبر" اور
"مسیح کی پیدائش کی خبر" یہ دو عنوان قائم کیے اور لکھا "اس فرشتے (جبرائیل)
نے زکریا کو خبر دی کہ تیرے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا، چھ مہینے گزر جاتے
ہیں اور وہی فرشتہ جو حضرت زکریا کو دکھائی دیتا تھا پھر اسی قسم کی انجام
دہی کے لیے ایک شمالی شہر کی طرف بھیجا جاتا ہے ایک دور دراز شہر میں
جس کا نام ناصرت ہے اور جلیل کے پہاڑوں سے چھپا ہوا ہے ایک عبرانی
خاتون مریم رہتی ہے (تا) اسی خاتون کے پاس فرشتہ آتا ہے اور

ایسے ایسے الفاظ میں سلام کرتا ہے جن سے اس کی زندگی کی عظیم فیضیت ظاہر ہوتی
ہے لیکن یہ غریب عورت ڈر جاتی ہے، کیا اس اعلان کا یہ مطلب ہے کہ وہ اپنے خاندان
کی قدیم عزت اور رتبہ پر بحال کی جائے گی؟ نہیں، اس کا یہ مطلب ہے کہ اس سے ایک
لڑکا پیدا ہو لے والا ہے جس کا نام یسوع ہوگا۔ ص ۴۸۲۔

آئیے اس ضمن میں انجیل لوقا کا مطالعہ بھی کرتے چلیں تاکہ کسی قسم کا شک و شبہ
باقی نہ رہے۔

"فرشتہ نے اس سے کہا اے زکریا! خوف نہ کر کیونکہ تیری دعا سن لی گئی ہے۔
اور تیرے لیے تیری بیوی ایشیع سے بیٹا پیدا ہوگا تو اس کا نام یوحنا رکھنا اور تجھے خوشی و
خری حاصل ہوگی اور بہت سے لوگ اس کی پیدائش کے سبب سے خوش ہوں گے
کیونکہ وہ خداوند کے حضور میں بزرگ ہوگا (اور ہرگز نہ سسے نہ کوئی اور شراب پیئے گا اور
اپنی ماں کے بطن ہی سے روح القدس سے بھر جائے گا۔ (تا) ان دنوں کے بعد
اس کی بیوی ایشیع حاملہ ہوئی اور اس نے پانچ مہینے تک اپنے تئیں یہ کہہ کر چھپائے
رکھا کہ جب خداوند نے میری رسوائی لوگوں میں سے دور کرنے کے لیے مجھ پر نظر
کی، ان دنوں اس نے میرے لیے ایسا کیا، چھ مہینے میں جبرئیل فرشتہ خدا کی
طرف سے جلیل کے ایک شہر میں جس کا نام ناصرت تھا ایک کنواری کے پاس بھیجا
(تا) فرشتہ نے اس سے کہا، اے مریم! خوف نہ کر۔ کیونکہ خدا کی طرف سے
تجھ پر فضل ہوا ہے اور دیکھ تو حاملہ ہوگی اور تیرے بیٹا ہوگا۔ اس کا نام یسوع
رکھنا۔ (تا) اور دیکھ تیری رشتہ دار ایشیع کے بھی بڑھاپے میں بیٹا ہونے والا
ہے۔ اور اب اس کو جو باندھ کبلاقی تھی، چھ مہینے سے کیونکہ جو قول خدا کی طرف سے ہے
وہ ہرگز بے تاثیر نہیں ہوگا۔

اس طویل اقتباس سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی کہ ان دونوں حضرات میں صرف چھ ماہ کا فرق ہے اور اس قلیل فرق کے ہوتے ہوئے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا تمام تبلیغی عرصہ میں یہی اعلان کرتے رہنا کہ جو میرے بعد آتا ہے وہ مجھ سے زور آور ہے وغیرہ وغیرہ، ناقابل فہم ہے۔



www.Only1Or3.com

کیا حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حقیقی مقام سے بے خبر تھے؟

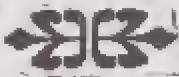
اس قسم کا اعلان اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ حقی اور قطعی طور پر یہ معلوم نہ ہو کہ نبی موعود یہی ہیں یا کوئی اور۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جب بشارت دینے والا یہی نہ پہچان سکے کہ جس کی بشارت میں دیتا ہوں وہ کون ہے! درموجود ہو چکا ہے یا نہیں؟ تو دوسروں کو کیا پہچان ہو سکتی ہے اور اسی صورت میں بشارت دینے اور دلانے کا کوئی مقصد بھی نہیں ہو سکتا۔ مگر ہم آپ کو انجیل نوقا کے حوالے سے ہی بتلاتے ہیں کہ حضرت یحییٰ والدہ ماجدہ کے پیٹ میں ہوتے ہوئے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جانتے پہچانتے تھے جبکہ وہ بھی ابھی حضرت مریم کے بطن اقدس میں تھے۔ (انجیل نوقا، ص ۵۲ کی عبارت ملاحظہ ہو)

”ان ہی دنوں مریم اٹھی اور عہدی سے پہاڑی ملک میں یہوداہ کے ایک شہر کو گئی اور مذکر یا کے گھر میں داخل ہو کر ایشیع کو سلام کیا اور جو نبی ایشیع نے مریم کا سلام سنا تو ایسا ہوا کہ بچہ اس کے رحم میں اچھل پڑا اور ایشیع روح القدس سے بھر گئی۔ اور بلند آواز سے پکار کر کہنے لگی کہ تو عورتوں میں مبارک اور تیرے رحم کا پھل مبارک ہے اور مجھ پر یہ فضل کہاں سے ہوا کہ میرے خاوند کی مال میرے پاس آئی کیونکہ دیکھ، جو نبی تیرے سلام کی آواز میرے کان میں پہنچی، مجھ مائے خوشی کے

میرے رحم میں اچھل پڑا۔“

جب بطنِ مادر میں ہوتے ہوئے ان کا مرتبہ و مقام معلوم کر لیا اور ان کی آمد پر خوشی اور مسرت سے رجمِ مادر میں اچھل پڑے تھے اور ایشیع کو بھی معلوم ہو گیا کہ مریم کے بطنِ اقدس والا کس قدر مقدس ہے تو پھر آخر عزت تک ایسے مبہم اعلان کا کیا مطلب؟ بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں یہ اعلان کہ جو میرے بعد آتا ہے وہ مجھ سے زور آور ہے۔ گویا ان کے ان صفات کا حامل ہونے کا انکار ہے اور لوگوں کو ان کے متعلق مغالطہ دینے کے مترادف ہے اگر وہ واضح طور پر یہ اعلان کرتے رہتے کہ ان صفات کے حامل حضرت عیسیٰ ابن مریم ہیں تو لوگوں کو صحیح صورتِ حال سمجھ میں آ جاتی اور مگر ابی سے بچ جاتے اور یہ حوالہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت یحییٰ نے جیل میں ہوتے ہوئے جہاں سے ان کو چند روز کے بعد نکال کر شہید کر دیا گیا تھا اپنے خادموں کے ذریعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آنے والا مسیح تو یہی ہے یا کچھ کسی دوسرے کی راہ دیکھیں۔

(انجیل لوقا۔ ص ۵۹ اور انجیل متی ص ۱۴)



کیا حضرت یحییٰ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰؑ کو

اس بشارت کا مصداق سمجھا؟

ہو سکتا ہے کوئی پادری صاحب انجیل یوحنا کا حوالہ پیش کر کے منالطہ دیں، کہ حضرت یحییٰؑ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق صاف صاف کہہ دیا تھا کہ آنے والا پیغمبر یہی ہے۔

”یہ وہی ہے جس کی بابت میں نے کہا تھا کہ ایک شخص میرے بعد آتا ہے جو مجھ سے مقدم ٹھہرا ہے کیونکہ وہ مجھ سے پہلے تھا اور میں تو اسے پہچانتا نہ تھا مگر اس لیے پانی سے بپتسمہ دیتا آیا ہوں کہ وہ اسرائیل پر چاہا ہو جائے۔“
(انجیل یوحنا - ص ۸۷)

لیکن سوال یہ ہے کہ پہچان نہیں تھی تو شکم مادر میں ہوتے ہوئے ان کے لیے اچھلنے اور رقص و وجد کا کیا معنی؟ اور اگر پہچانتے تھے تو پھر صرف چھ ماہ بعد پیدا ہوجانے کے باوجود خود کیوں ساری عمر بپتسمہ دیتے رہے اور جب خود حضرت عیسیٰؑ نے ان سے بپتسمہ لیا تو اس وقت بپتسمہ کیوں دیا یا پھر ان سے روح القدس کے ساتھ بپتسمہ کیوں نہ لیا؟ اور جب ان پر روح القدس کا نزول بصورتِ کبوتر دیکھ لیا تھا تو پھر بپتسمہ ترک کیوں نہ کر دیا اور اپنی نبوت کو ان کی غلامی پر قربان کیوں نہ کیا؟ اور آخری ایام میں شاگرد بھیج کر کیوں دریافت کرتے رہے کہ آیا آنے والے مسیح تم ہی ہو یا ہم دوسرے کی

راہ دیکھیں؟ اور کیا یہ امر عجیب نہیں ہوگا کہ یہود سے کہیں کہ آئے والا یہی ہے اور اپنے آپ کو اس وقت تک بھی تسلی نہ ہوئی جبکہ قید میں ڈالے جا چکے تھے۔

الفرض اگر یوحنا کی یہ بات درست ہے تو انجیل متی ص ۱۰، اور لوقا ص ۹، ۵ کی غلط ہے اور وہ صحیح ہے تو یہ غلط اور جب تینوں آسمانی کتابیں ہیں اور ان میں اس طرح کا تعارض ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی ذات بھی مورد الزام ٹھہرے گی۔ اور حضرت عیسیٰ صاحب انجیل کی بھی۔ اور یہ لوگ بھی جو ان کتابوں کے کھٹنے والے یعنی حواری، اور اگر یہ سوال عوام کی تسلی اور اطمینان کے لیے کرتے تو عوام کے مجمع میں کسے نہ کہ جیل میں ہوتے ہوئے صبر و دشا گردوں کو بھیج کر سوال فرماتے۔ کیونکہ اب آپ کے ماننے والے اور آپ کی بات پر اعتماد کرنے والے آپ کے پاس موجود ہی نہیں تھے۔ لہذا یہ مقصد جیل سے باہر ہوتے ہوئے جس طرح پورا ہو سکتا تھا اب تو اس طرح پورا نہیں ہو سکتا تھا لہذا تکلف کی کیا ضرورت تھی؟

الفرض یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی اس بشارت کا مصداق صرف شہ لولاک علیہ افضل الصلوات ہی ہیں۔

چودھم وقتی طور پر تسلیم کر بھی لیں کہ اس کا مصداق حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں لیکن جناب بقول حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ کا مقام ان سے اتنا بلند ہے کہ آپ جھک کر ان کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے لائق نہیں، اور وہ بلند شان ہستی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمائیں کہ جو میرے بعد آتے ہیں دنیا کے سردار وہ ہیں اور مجھ میں ان کے کمالات و خصائص کا ادنیٰ سا نمونہ بھی نہیں ہے تو اس سے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت مزید کھل کر سامنے آ جائے گی۔ والحمد للہ علیٰ ذلک

بنی اسرائیل کے بھائیوں سے کلیم اللہ علیہ السلام

کی مثل نبی کی بشارت

- ۱۔ یہ وہی موسیٰ ہے جس نے بنی اسرائیل سے کہا خدا تعالیٰ تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لیے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا۔ (اعمال ص ۱۱۴)
- ۲۔ چنانچہ موسیٰ نے کہا، خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لیے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا، جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سننا اور یوں ہوگا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سنے گا وہ امت میں سے نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ بلکہ سموئیل جسے لے کر پھیلوں تک جتنے نبیوں نے کلام کیا ان سب نے ان دنوں کی خبر دی ہے تم نبیوں کی اولاد اور اس عہد کے شریک ہو جو خدا نے تمہارے باپ دادا سے باندھا۔ جب ابراہیم سے کہا کہ تیری اولاد سے دنیا کے سب گھرانے برکت پائیں گے۔ (اعمال ص ۱۱۰)
- ۳۔ میں ان کے لیے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔ (استثنا، ص ۱۸۴)

ہمارے نزدیک اس خوشخبری اور بشارت کا مصداق صرف اور صرف نبی امی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جبکہ عیسائی صاحبان اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق پیشینگوئی قرار

ہیتے ہیں۔ لیکن ان کا یہ قول بوجہ درست نہیں۔

ا۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ بلکہ خود اللہ سمجھتے ہیں نہ کہ نبی و رسول۔ اور یہاں بشارت موعی علیہ السلام کی مثل نبی سے متعلق ہے۔

ب۔ عیسائیوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رسول اور حواری بھی سب انبیاء علیہم السلام سے افضل و اعلیٰ ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں مماثلت کیسے پائی جاسکتی ہے۔

ج۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میں نہ تشریفی امور میں مماثلت ہے اور نہ ہی کام کا یہیں اور نہ عند اللہ قرب و منزلت ہیں۔ تشریفی امور میں اس لیے مماثلت نہیں کہ دین محمدی علیہ السلام میں حدود و تعزیرات وارہیں اور احکام غسل و طہارت بھی اور باکولات و مشروبات میں سے محرمات کا بیان بھی ہے جبکہ انجیل عیسیٰ علیہ السلام جو متداول و مروج ہے وہ ان سب احکام سے خالی ہے۔ بلکہ نورات کے مخالف مثلاً انجیل متی باب ۵، آیت ۳۸ تا آیت ۴۲ میں ہے:-

”تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ مشریر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے دہانے گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے اور کوئی تجھے پینالشی کرے تیرا گڑا لینا چاہے تو چومہ بھی اس کو لینے دے اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جائے تو اس کے ساتھ دو کوس چلا جا۔“

بلکہ پولس رسول نے تو شریعت کی ہی نفی کر دی ہے۔ چنانچہ کلیتوں باب ۳ پر لکھا ہے:-

”کیونکہ جتنے شریعت کے اعمال پر تنکیر کرتے ہیں وہ سب لعنت کے ماتحت ہیں چنانچہ لکھا ہے کہ کوئی ان سب باتوں کے کرنے پر قائم نہیں رہتا جو شریعت کی کتاب

میں لکھی ہیں وہ لعنتی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ شریعت کے وسیلہ سے کوئی شخص خدا کے نزدیک راستباز نہیں ٹھہرتا۔ کیونکہ لکھا ہے، راستباز ایمان سے جیتا ہے گا اور شریعت کو ایمان سے کچھ واسطہ نہیں۔ بلکہ لکھا ہے کہ جس نے ان پر عمل کیا وہ ان کے سبب سے جیتا رہے گا۔ مسیح جو ہمارے لیے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا۔“ (آیت ۱۰، ۱۳)

اور شریعت و ایمان میں فرق بتاتے ہوئے پولس نے اس طرح کہا:-

”میں تم سے صرف یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ تم نے شریعت کے اعمال سے روح کو پایا، یا ایمان کے پیغام سے؟ کیا تم ایسے نادان ہو کہ روح کے طور پر شروع کر کے اب جسم کے طور پر پورا کرنا چاہتے ہو؟ کیا تم نے اتنی تکلیفیں بے فائدہ اٹھائیں؟“

جب شریعت ہی نعوذ باللہ لعنت ٹھہری اور صرف جسم سے اس کا تعلق ہے نہ کہ روح سے، تو روحانیوں کو اس سے کیا کام۔ اور پھر شریعت مجھے اور اس پر عمل کی پابندی برقرار رہے تو حضرت عیسیٰ کا سولی پر چڑھنا ہی ریکارڈ جائے گا لہذا امور شرعی میں حضرت کلیم اللہ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں مماثلت کا نہ پایا جاتا۔ روشن سے بھی زیادہ واضح ہو گیا۔

د۔ رہا انجام کار اور عاقبت کا معاملہ، تو نعوذ باللہ بقول پولس رسول حضرت مسیح سولی پر چڑھ کر لعنتی بن گئے۔ ملاحظہ ہو گلیتوں بائبل ۱۳ ”مسیح جو ہمارے لیے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے، جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے“

جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کا کفارہ بنے نہ سولی پر چڑھے اور نہ ہی لعنتی ہوئے اور ظاہر ہے لعنتی کا مقام جہنم ہے تو عقیدہ اہل تثلیث کے مطابق العیاذ باللہ

حضرت عیسیٰ جہنمی ہوئے جبکہ حضرت کلیم اللہ اس سے محفوظ و مامون۔

۱۱۔ اسی طرح عند اللہ قرب و منزلت کے لحاظ سے بھی مماثلت کا دعویٰ غلط ہے

کیونکہ استثناء باب ۳۴-۱۰، ۱۱۔ پر تصریح موجود ہے:-

”اب تک بنی اسرائیل میں موسیٰ کی مانند کوئی نبی نہیں اٹھا جس سے خدا

آمنے سامنے آشنائی کرتا۔“

پہرانا و نیا عہد نامہ ۱۸۹۵ء اور مطبوعہ ۱۹۴۲ء کے الفاظ یہ ہیں:-

”اور اس وقت سے اب تک بنی اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰ کی مانند جس سے خداوند

نے مرد و باتیں کیں، نہیں اٹھا۔“

اگر استثناء کی یہ عبارت درست ہے تو دعویٰ مماثلت کا مرتبت و تقرب میں

باطل اور مماثلت کا دعویٰ سچا ہے تو اسماعیلی کتاب کی یہ آیت غلط، کتاب غیر معتبر ہو جائے

تو بھی مذہب کا صفایا، اور مماثلت کا دعویٰ باطل ہو جائے تو بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

حقیقت رسالت واضح۔

۱۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کے دریافت کرنے پر تورات پڑھنے کی تلقین

فرماتے تھے یا فقہیوں اور فریسیوں کی تعلیم پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیتے تھے۔

انجیل لوقا باب ۱۰-۲۵ میں ہے:-

”اور دیکھو ایک عالم شرع اٹھا اور یہ کہہ کر اس کی آزمائش کرنے لگا کہ اے

استاد! میں کیا کروں کہ ہمیشہ کی زندگی کا مالک بنوں۔ اس نے اس سے کہا تورات میں

کیا لکھا ہے تو کس طرح پڑھتا ہے؟ اس نے جواب میں کہا کہ خداوند اپنے خدا سے

اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری طاقت اور اپنی ساری عقل سے محبت

رکھ لے۔ اس نے اس سے کہا تو نے ٹھیک جواب دیا، یہی کہ تو تو مجھے رکھے گا۔“

اور انجیل متی باب ۲۳ پر یوں مرقوم ہے:-

”اس وقت یسوع نے بھیڑ اور اپنے شاگردوں سے یہ باتیں کیں کہ نقیہہ اور فریسی
موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں۔ پس جو کچھ وہ تمھیں بتائیں وہ سب کرو اور مانو لیکن ان کے
کے کام نہ کرو کیونکہ وہ کہتے ہیں اور کرتے نہیں“

اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ احکام میں تورات کے تابع تھے، لہذا موسیٰ علیہ
السلام کی مانند مستقل صاحب شرع نہ ہوئے، بلکہ ان کی کتاب کے مبلغ، لہذا
مماثلت ختم ہو گئی۔

۵۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی امت کے لیے صرف مبلغ نہیں تھے بلکہ ان میں
احکام اور حدود و تعزیرات نافذ کرنے والے تھے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف تبلیغ
پر اکتفا فرمانے والے تھے۔ لہذا ان کے منصب کو محض خانقاہی ماحول کی مثل قرار
دیا جاسکتا ہے۔ حاکم شرعی اور سلطنت خداوندی کے نائب نہیں کہا جاسکتا بلکہ ان
کا ذاتی مسکن اور مکان ہی نہیں تھا۔ ملک و تخت تو بہت دور کی بات ہے۔ پھر
ان کو جس کس مہر سی کی حالت میں سول پر چڑھایا گیا اور جو سلوک یہودی کفار نے
ان کے ساتھ کیا، اس کے ہوتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مماثلت کا دعویٰ
کیونکر کیا جاسکتا ہے؟

(انجیل لوقا باب ۲۲-۲۳ پر مرقوم ہے۔)

”اور جو آدمی یسوع کو کپڑے ہوئے تھے اس کو ٹھٹھوں سے اڑاتے تھے اور
مارتے تھے اور اس کی آنکھیں بند کر کے اس سے پوچھتے تھے، ”بوت سے بتا، تجھے کس
نے مارا اور انھوں نے طعنہ سے اور بھی بہت سی باتیں اس کے خلاف کیں۔“

اور انجیل متی باب ۲۷-۲۸ پر یوں مرقوم ہے۔

”اس پر حاکم کے سپاہیوں نے یسوع کو قلعہ میں لے جا کر ساری پٹن اس کے گرد
جمع کی اور اس کے کپڑے اتار کر اسے فرمزی چوہہ پہنایا اور کانٹوں کا تاج بنا کر اس کے

سر پر رکھا اور ایک سرکنڈا اس کے داہنے ہاتھ میں دیا اور اس کے آگے گھٹنے ٹیک کر اسے ٹھٹھوں میں اڑانے لگے کہ اے یہودیوں کے بادشاہ آداب! اور اس پر بھوکا اور وہی سرکنڈا لے کر اس کے سر پر مارنے لگے۔ اور جب اس کا ٹھٹھا کر چکے تو چونکہ اس پر اتار کر پھر اس کے کپڑے اس کو پہنا دیے اور مصلوب کرنے کو لے گئے اور جب مصلوب کر چکے تو (راہ چلنے والے سر ہلا ہوا کہ اس کو لعن طعن کرتے اور کہتے تھے۔ اے مقدس کے ڈھانے والے اور تین دن میں اس کو بنانے والے! اپنے تئیں بچا۔ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو صلیب پر سے اتر آ (تا) اور تیسرے پہر کے وقت یسوع نے بڑی آواز سے چلا چلا کر کہا "اعلیٰ ایلٰی لما شبقتنی" یعنی اے میرے خدا، اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟

اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مماثل کون تسلیم کرے گا۔ جو فروعی قوت سے ٹکرا گئے اور تمام بنی اسرائیل کو اس کی سختیوں سے نجات دلا کر اس کے آبائی وطن میں واپس لائے اور انھیں ایک ملک عطا کر کے عزت و آبرو کی زندگی بخشی۔

اگر ان تمام امور میں کوئی ہستی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مماثل نظر آتی ہے تو وہ صرف اور صرف رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی مستقل شریعت ہے۔ اس میں تحریم و تمیل اور حدود و قصاص اور تعزیرات کا بیان ہے۔ اور آپ کو ان کے نفاذ کا مکمل اختیار حاصل ہے۔ ملک عرب کی حکومت و سلطنت بھی آپ کے قدموں میں تھی۔ اور آپ کے غلاموں نے تو قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کو پاش پاش کر کے آپ کے کلمہ کو بلند کیا۔ آپ نے مکہ مکرمہ کی طاغوتی طاقتوں کو نیست و نابود کیا بلکہ قیصر و کسریٰ کو بھی صاف کہہ دیا "اَسْلَیْطُ تَسْلَکُ" حلقہ اسلام میں داخل ہو جاؤ تو دنیا و آخرت میں محفوظ رہو گے ورنہ نیست و نابود ہو جاؤ گے۔ اور جس طرح فرمایا اسی طرح ہو گیا اور

وہ اس حق گوئی پر آپ کے خلاف کسی قسم کی کارروائی نہ کر سکے۔
الغرض ان امور میں اور ان کے علاوہ بیسیوں امور میں آپ میں اور حضرت کلیم میں
مماثلت موجود ہے۔

۱۔ آپ نے جہاد کیا اور حضرت کلیم نے بھی جہاد کیا۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت نہائی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی
مدین کی طرف ہجرت کی اور بعد ازاں مصر سے ملک کنعان کی طرف منتقل ہوئے اور وہاں اپنے
دین کی مکمل تعلیم دی اور اس کا نفاذ کیا۔

۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سرگودشا اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی اور دیدار کا شرف
حاصل ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سرگودشا ہم کلامی اور تجلی دیکھنے کا شرف
حاصل ہوا۔

۴۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کو انگلی کے اشارے سے دو ٹوٹ کیا اور موسیٰ
علیہ السلام نے عصا مار کر بحیرہ قلزم کو دو حصے کر دیا۔

۵۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں سے پانی کے چشمے اور افرائے اور
حضرت کلیم نے پتھر پر عصا مار کر بارہ چشمے جاری کیے۔

۶۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہربانیت اور نشان رسالت آپ کے دو کندھوں کے
درمیان تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نشان نبوت ان کا ید میضاء تھا۔

۷۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ مبارکہ میں سے اور دوسرے مقامات سے
بتوں کو مٹایا اور بت پرستی کا خاتمہ کیا اور موسیٰ علیہ السلام نے پھر طے کو نیست و
نابود کر کے بنی اسرائیل سے بت پرستی کا صفایا کیا۔

رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مشرکین کو قتل کر کے ان کی کمر توڑی اور حضرت
کلیم نے بھی انہیں قتل کر کرے۔

بنی اسرائیل کے بھائی کون؟

استثناء اور اعمال میں نہج کو اس پسینگوئی کے الفاظ میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بنی اسرائیل کے کسی پیغمبر کے لیے مرثوہ نہیں سنا یا گیا ورنہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتا کہ میں بنی اسرائیل میں سے ایک نبی تیری مانند پیدا کروں گا، مگر اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ایک نبی تیری مثل پیدا کروں گا۔ اور ظاہر ہے بنی اسرائیل کے بارہ قبائل حضرت موسیٰ اور اللہ تعالیٰ کے مخاطب ہیں لہذا ان کے بھائی ان کے علاوہ ہوں گے نہ کہ وہ خود۔ اور یہ خود ظاہر ہے کہ بنی اسماعیل ان کے بھائی ہیں اور یہی محاورہ عہد قدیم میں بھی مستعمل ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے متعلق پیدائش باب ۱۶-۱۱ میں مرقوم ہے۔ اور یاد رہے کہ پیدائش تورات کا پہلا حصہ ہے اور استثناء آخری، لہذا تورات کی تفسیر تورات سے ہو جائے گی۔

”خداوند کے فرشتہ نے اس (ہاجرہ) سے کہا تو حاملہ ہے اور تیرے بیٹا ہوگا۔ اس کا نام اسماعیل رکھنا اس لیے کہ خداوند نے تیرا دکھ سُن لیا۔ وہ گور خنکی طرح آزاد مرد ہوگا۔ اس کا ہاتھ سب کے خلاف اور سب کے ہاتھ اس کے خلاف ہوں گے اور وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسا رہے گا۔

پیدائش باب ۲۵-۱۷ پر اس طرح مرقوم ہے:-

۲۰ اسماعیل کی کل عمر ایک سو سینتیس برس کی ہوئی تب اس نے دم چھوڑ دیا اور وفات پائی اور اپنے لوگوں میں جا ملا اور اس کی اولاد حویلیہ سے شوزنگ جو مصر کے سامنے اس راستے پر ہے جس سے اسور کو جاتے ہیں، آباد تھی۔ یہ سب لوگ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسے ہوئے تھے۔“

لہذا واضح ہو گیا کہ یہ پیشین گوئی بنی اسرائیل کے کسی پیغمبر کے لیے نہیں بلکہ بنی اسماعیل کے اس چشم و چراغ کے لیے ہے جس نے پوری دنیا کو نور اسلام سے منور کر کے اللہ تعالیٰ کے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیے ہوئے اس وعدہ کو پورا کر دکھلایا۔ تیری نسل کے وسیلہ سے دنیا کی سب قومیں برکت پائیں گی (پیدائش باب ۱۸-۲۲)

ازالہ شبہ

یہ بجا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے علاوہ بھی حضرت اسحاق کی اولاد تھی اور وہ بھی بنی اسرائیل کے بھائی کہلا سکتے تھے۔ لیکن بنی عیصویہ وغیرہ کو بنی ایسا نہ ہوا اور نہ ہی یہود و نصاریٰ میں سے کسی نے ان کے مراد ہونے کا قول کیا۔ یہود نے اس مزیدہ کا مصداق حضرت یوشع کو قرار دیا اور نصاریٰ نے حضرت مسیح کو، لہذا دونوں کے اجماع سے بنی عیصویہ کا مراد ہونا باطل اور ہمارے پیش کردہ وجوہ اور دلائل سے ان دونوں قولی کا دعویٰ بھی باطل اور قول حق واضح ہو چکا کہ اس کا مصداق نبی امی رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

خدا کا کلام کس نبی کے منہ میں تھا؟

استثناء کی پیشینگوئی میں یہ تصریح موجود ہے کہ میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اس کو حکم دوں گا وہی وہ اس سے کہے گا۔ اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ کلام پہلے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہونے والے اللہ تعالیٰ کے کلام سے مختلف ہوگا ورنہ اس کو بطور خاص ذکر کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ جبکہ ہر نبی پر اللہ تعالیٰ کا کلام کتابی صورت میں یا بطور الہام وغیرہ نازل ہوتا ہی رہا ہے اور اختلافِ امتیاز کی صورت یہی ہوگی کہ وہ کلام الیسا معجز اور فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ معیار پر ہوگا کہ مخلوق اس کی مثل لانے سے عاجز اور قاصر ہوگی اور جس کے منہ سے وہ کلام ظاہر ہوگا لوگ یقین سے کہہ سکیں گے کہ یہ کلام اس شخص کا اپنا نہیں ہو سکتا ورنہ ہم اس کے مقابلہ و معارضہ سے عاجز و قاصر نہ ہوتے۔ نیز جب اس کلام کو اللہ تعالیٰ اپنا کلام کہہ رہا ہے تو پھر اس میں دوام و ابدیت ہونی ضروری ہے اور اس کا تغیر و تبدل اور لوگوں کی تحریف و تغیر سے محفوظ ہونا لازمی ہے۔ علاوہ انہی جس شخص پر اس کلام اور ان احکام کا نزول ہوا اس کا امی ہونا اور مدارس و مکاتب میں تعلیم و تربیت پانے سے بالاتر ہونا ضروری ہے تاکہ اس کی زندگی کی کتاب ہی اس کے اس منصبِ خدا داد کی گواہ ہو جائے اور ہر شخص وہ کلام سنتے ہی یہ فیصلہ دے سکے کہ یہ کلام اس شخص کا

اپنا نہیں۔

اگر اس پس منظر میں دیکھا جائے تو صرف نبی اکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس پیشینگوئی کے مہدیان بن سکتے ہیں۔ کیونکہ آپ کی زبان اقدس سے نکلنے والا کلام اس قدر فصیح و بلیغ اور اعجاز نشان تھا کہ فقہی عرب اور لغت و قحطان باوجود شدید ترین مخالفت و معادرت کے پورے قرآن یا اس کی دس طوہی سورتوں کی مثل لانے پر نوبت قادر ہو سکتے تھے جبکہ وہ ایک مختصر ترین سورہ کی مثل لانے پر بھی قادر نہ ہو سکے۔ حالانکہ انھیں ہر طرح غیرت اور جوش و لالچے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی گئی تھی۔ انھیں اجتماعی کوشش کر دیکھنے کا حکم دینے کے ساتھ اپنے رفیق و ات اور تمام معاون و مددگاروں کو ہلانے کا حکم بھی دیا گیا۔

”قَاتِلُوا سُوْرَةَ مِّنْ مِّثْلِهِمْ قَاتِلُوا سُوْرَةَ مِّنْ مِّثْلِهِمْ قَاتِلُوا سُوْرَةَ مِّنْ مِّثْلِهِمْ“

اور مختصر ترین سورت کی مثل بھی نہ لائے۔ کاپیشگی کی دعویٰ کر کے ان کو پوری جہد اور قوت و طاقت، استعدادات و صلاحیات استعمال کرنے پر اکسایا گیا۔

”فَاتِلُوا سُوْرَةَ مِّنْ مِّثْلِهِمْ قَاتِلُوا سُوْرَةَ مِّنْ مِّثْلِهِمْ“

اور اس عجز و ناتوانی کے باوجود کفر و انکار پر ڈٹے رہنے کی صورت میں دوزخ کی آگ میں داخل ہونے کی وعید و تہدید بھی سنائی گئی لیکن وہ آپ کے ساتھ حروف و کلمات میں مقابلہ کی بجائے تلواروں اور نیزوں کے ساتھ محاربہ پر کمر بستہ ہو گئے۔ اس سے بڑھ کر کیا دلیل مطلوب ہوگی اس کلام کے کلام خلا ہونے پر کہ ایک طرف ایک فرد اور وہ بھی اُچی اور دوسری طرف انتہائی مشاق اور تربیت یافتہ فصحاء و نامدار اور بلغام روزگار لیکن

تیرے آگے یوں ہیں دے دیے لے لے فصحاء عرب کے بڑے بڑے

کوئی سمجھے منہ میں زبان نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جان نہیں

میں اشارتیرے کلام میں ملی یوں تو کس کو نہاں نہیں

وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیال ہے جس کا بیال نہیں

اور یہ اجماع کسی دوسری آسمانی کتاب اور الہامی کلام میں نہیں ہے۔

امرثانی کو دیکھو تو ہر آسمانی کتاب میں تحریف و نسخ اور تغیر و تبدل موجود ہے مگر صرف کلام مجید ہے جو تمام تر باطل قوتوں کی سعی و کوشش اور جہد و جہد کے باوجود مکمل طور پر محفوظ ہے اور اس کے اندر زیروں و زبر کا بھی فرق نہیں آیا اور نہ آسکتا ہے۔ بلکہ اگر بالفرض دنیا سے تمام نسخے معدوم بھی ہو جائیں تو کلام و کاست فوراً حفاظ کرام اس کو از سر نو لکھوا سکتے ہیں۔ اور امرثالٹ کا تو اثبات محتاج دیکھ ہی نہیں ہے۔ دنیا کا ہر فرد جانتا ہے کہ عرب کا یہ تاجدار کس طرح یتیمی اور مسکنت کے ادوار سے گزرا اور جس علاقہ میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی وہ پورا علاقہ اور ساری قوم ہی تعلیم و تعلم سے محروم و ورثی اور زمانے بھر میں امت امیہ کے نقب سے ہی مشہور و معروف تھی، لہذا اس منہ و اور بشارت اور پیشینگوئی کا مصداق ہیں تو صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جن کی اس شان کو علی الاعلان اس طرح بیان کیا گیا ہے

”وَمَا يَنْطِقُ عَيْنُ الْهَوَىٰ إِنَّ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ“

اور ہزاروں نکتہ چینیوں کے ہونے ہوئے کبھی کسی امر میں اس دعویٰ کو غلط ثابت نہ کیا جاسکا اور ہر سوال کا جواب عین واقع کے مطابق ملا اور پرکھتے والے اپنا سامنے لے کر رہ گئے۔ والحمد للہ علی ذلک۔

کس نبی کی بات نہ سُننے والوں کو کاٹ ڈالا گیا؟

استغفار میں آنے والے نبی کے متعلق فرمایا کہ:-

”جو کوئی میری بات نہ سُنے گا، نہ سُنے گا تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا“

اور اعمال باب ۴-۲۳ میں اہل طرح مرقوم ہے کہ:-

”اور یوں ہوگا کہ جو شخص اس نبی کی بات نہ سُنے گا وہ امت سے نیست و نابود کر دیا جائے گا۔“

ظاہر ہے کہ حساب لینے کا جو تذکرہ استشار میں کیا گیا تھا اعمال میں اس کی صورت بیان کر دی گئی کہ یہاں حساب سے مراد اخروی حساب نہیں وہ تو ہر نبی کے منکرین سے لیا ہی جانا ہے۔ پھر اس نبی کی خصوصیت کیا ہے گی۔ بلکہ دنیا کا حساب مراد ہے۔ یعنی ایسے لوگوں کو نیست و نابود کر دیا جائے گا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس نبی کی موجودگی میں ان کے مخالفین کو نیست و نابود نہ کیا جائے تو اس کا دل ٹھنڈا نہیں ہوگا۔ لہذا یہاں اسی حساب کو بیان کیا گیا ہے۔ جو دنیا میں ان کی تباہی و بربادی کے ذریعے لیا جائے گا۔ اور جلد از جلد۔ ورنہ حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا و دیگر انبیاء علیہم السلام کو شہید کرتے والے بھی بالآخر انتقام کا نشانہ تو بن ہی گئے تھے۔ پھر وجہ تفتیش کیا رہی، لہذا یہ لازم

مٹھرا کہ مخالفین و منکرین کو اس نبی کے سامنے تباہ و برباد کیا جائے۔

آئیے اس پس منظر میں بھی اس پیشینگوئی کو دیکھیں تو اس کا مصداق صرف اور صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے مخالفین قریش مکہ اور یہود بنو نضیر و بنو قریظہ اور اہل خیبر کھل کر رکھ دیئے گئے اور تمام قبائل عرب کو آپ کے آستان عرش نشان پر بحیرہ فرسائی کے علاوہ کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔ اس کے برعکس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ بقول نصاریٰ یہ ہے کہ انھیں انتہائی کس پر سی کے عالم میں مخالفین نے طعن و تشنیع اور مزاح و استہزاء کا نشانہ بنانے کے بعد سولی پر لٹکا دیا اور بالآخر وہ یہ کہتے ہوئے سنے گئے "ایلی ایلی لما شبقتی" (انجیل متی باب ۲۶-۲۷) الوھی الوھی لہما شبقتی (انجیل مرقس باب ۱۵-۳۲)

جس کا ترجمہ یہ ہے "اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟" بلکہ انھوں نے خود پہلے سے اپنی اس متک اور بے ایمانی کا مفصل تذکرہ تواریخ سے کر دیا تھا۔ ملاحظہ ہو انجیل لوقا باب ۱۸-۳۱۔

دیکھیں اس نے ان بارہ کو ساتھ لے کر ان سے کہا کہ دیکھو ہم یرشلم کو جا رہے ہیں اور جتنی باتیں نبیوں کی معرفت لکھی گئی ہیں ۱۰ ابن آدم (حضرت عیسیٰ) کے حق میں پوری ہو جائے گی کیونکہ وہ غیر قوموں والوں کے حوالے کیا جائے گا اور لوگ اس کو ٹھٹھوں میں اڑائیں گے اور بے عزت کریں گے اور اس پر تھوکیں گے اور اس کو کوڑے ماریں گے اور قتل کریں گے اور تیسرے دن جی اٹھے گا لیکن انھوں نے ان میں سے کوئی بات نہ سمجھی اور یہ قول ان پر پوشیدہ رہا۔

لیکن یہ سب کچھ ہونے کے باوجود مخالفین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فوری طور پر کوئی کارروائی نہ ہوئی بلکہ جاری بھی اسی تشدد کا نشانہ بنتے رہے۔ لہذا اس پیشینگوئی کا مصداق حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو کیونکر بنایا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خُلق وراثتِ نبی کی سلطنت

کا بیان بزبانِ حضرت دانیال علیہ السلام

سابقہ پیشینگوئی میں اس نبی کی اہمیت نہ سننے اور نہ ماننے والے کا انجام آپ کو معلوم ہو چکا تو اسی مناسبت سے ہم عہدِ قدیم و جدید کی کتابوں سے نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اہمیت کی حکومت و سلطنت سے متعلق کئی بات بیان کیے دیتے ہیں اور غرضیں و مسائل کے تہس نہس کر دیتے کا بیان تاکہ ہماری سابقہ تحریر کی تائید و تصدیق ہو جائے۔
تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ردانی (جل ۲ - اتمام) :

”بخت نصر بادشاہ دیکھ کر نصیر نے اپنی سلطنت کے دوسرے سال میں ایسے خواب دیکھے جن سے اس کا دل گھبرا گیا اور اس کی نیند جاتی رہی۔ تب بادشاہ نے حکماء و نجومیوں اور جادوگروں اور کسریوں کو بلائیں کہ بادشاہ کے خواب اسے بتائیں۔“

لیکن جب وہ خواب اور اس کی تعبیر بتلانے سے عاجز آ گئے تو حضرت دانیال علیہ السلام کو بلا لیا گیا۔ آپ نے وہ خواب بھی بتلادیا اور اس کی حقیقی اور یقینی تعبیر بھی چنانچہ آپ نے فرمایا :-

”اے بادشاہ! تو اپنے پلنگ پر لیٹا ہوا خیال کرنے لگا کہ آئندہ کو کیا ہونے والا ہے۔ سو وہ جو رازوں کا کھولنے والا ہے تجھ پر ظاہر کرتا ہے کہ کیا کچھ ہوگا۔ اے بادشاہ! تو نے ایک مورت دیکھی۔ اس مورت کا سر خالص سونے کا تھا، اس کا سینہ اور اس کے

بازد چاندی کے تختے۔ اس کا شکم اور اس کی رانیں تانبے کی تھیں۔ اس کی ہاتھیں اور
 کی اور اس کے پاؤں کچھ لوہے کے اور کچھ مٹی کے تھے۔ تو اسے دیکھ کر بادشاہ
 کہ ایک پتھر ہاتھ لگائے بغیر ہی کاٹا گیا اور اس موریت کے پاؤں پر جو لوہے اور مٹی کے
 تھے، لگا اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ تب لوہا اور مٹی اور تانبہ اور چاندی اور سو
 ٹکڑے ٹکڑے کیے گئے اور تانبہ تانی کھدیان کے جھوسے کی مانند ہوئے اور ہر ایک
 اڑالے گئی، یہاں تک کہ ان کا پتہ بھی نہ ملا اور وہ پتھر جس نے اس موریت کو توڑا ایک
 بڑا پہاڑ بن گیا اور تمام زمین پر پھیل گیا۔ "وہ خواب یہ سب اور اس کی تعبیر بادشاہ
 کے حضور بیان کرتا ہوں۔"

"وہ سونے کا ٹوٹی ہوئی ہے اور تیرے بعد ایک اور سلطنت برپا ہوگی جو تجھ سے
 چھوٹی ہوگی۔ (اور اس کے بعد ایک اور سلطنت تانبے کی جو تمام زمین پر حکومت کرے گی۔
 اور چوتھی سلطنت لوہے کی مانند مضبوط ہوگی۔ (تانبہ) اور جو تو نے دیکھا کہ اس کے پاؤں
 اور انگلیاں کچھ تو کھارک مٹی کی اور کچھ لوہے کی تھیں سو اس سلطنت میں تفرقہ ہوگا۔
 اور ان بادشاہوں کے ایام میں آسمان کا خدا ایک سلطنت برپا کرے گا جو تا ابد نیست
 نہ ہوگی اور اس کی حکومت کسی دوسری قوم کے حوالے نہ کی جائے گی بلکہ وہ ان تمام مملکتوں
 کو ٹکڑے ٹکڑے اور نیست کرے گی اور وہی ابد تک قائم رہے گی۔ (تانبہ) یہ خواب یقینی
 ہے اور اس کی تعبیر یقینی۔ (دانی ایل باب ۲-۱ تا ۲-۲۵)

اس خواب کی تعبیر میں جیسے کہ حضرت دانیال علیہ السلام نے بتلایا پہلی سلطنت
 سے مراد بنوکہ نصر یعنی خود بخت نصر کی سلطنت ہے اور دوسری سلطنت سے مراد مادین
 کا تسلط ہے جو کہ بخت نصر کے بیٹے بیشنمر کے قتل کے بعد دارامادی کے ہاتھوں میں
 آگیا جیسے کہ دانی ایل باب میں تصریح موجود ہے۔

لیکن اس کی سلطنت بخت نصر کی سلطنت کی نسبت ضعیف اور کمزور تھی۔ اس کے

بعد تیسری سلطنت سے مراد خوس فارسی کی سلطنت ہے جو قیسیس کے نزدیک کینخسرو کے لقب سے ملقب ہے۔ اس کی سلطنت میں دریائے سندھ سے لے کر دریائے نیل تک کے علاقے شامل تھے۔ حتیٰ کہ اس نے بخت نصر کے پایہ بخت اور دار السلطنت بابل کو بھی فتح کر کے اپنی مملکت میں شامل کر لیا تھا۔ اور اس طرح مادی و فارسی سلطنتیں ایک ہی حکمران کے ماتھے میں آ گئیں۔ (تاریخ بائبل ص ۴۱۲)

اور چوتھی سلطنت جو نوسے کی مانند مضبوط تھی اس سے مراد سکندر رومی کی سلطنت ہے جس نے دیار فارس پر قبضہ کر لیا اور اپنے راسے میں حائل ہر کاوٹ کو توڑ کر رکھ دیا اور یہی دانی ایل کے اس خواب کی تعبیر ہے جس میں انھوں نے دریائے ادلائی کے مشرق میں ایک مینڈھا کھڑا دیکھا جو مغرب اور شمال و جنوب میں اپنے دونوں سینگ مار رہا تھا۔ اور ہر چیز اس کے مقابلہ سے عاجز آ گئی۔ اور اس کا وطن مغرب سے ایک بکرہ نمودار ہوا جس نے اپنے زوردار سینگ سے اس مینڈھے کے دونوں سینگ توڑ ڈالے اور بالآخر اس کو زمین پر ٹپک دیا اور لتاڑا اور کوئی اس کو بکرے سے پہچان نہ سکا۔ بعد ازاں ان کو اس کی تصویر تلاتے ہوئے کہا گیا کہ مینڈھے کے دو سینگ مادی اور فارسی سلطنت کی طرف اشارہ ہیں اور مغرب سے آ کر ان سینگوں کو توڑنے اور مینڈھے سے کٹاؤنے والا یونان کا بادشاہ ہے۔ جس کی تفصیل دانی ایل باب ۹ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

اور تاریخ بائبل از ڈاکٹر ولیم بیکی صاحب ص ۴۴، ۴۴۹ پر بھی سکندر اعظم کی وفات کے بعد اس کی سلطنت تقسیم ہو گئی جس طرح کہ دانی ایل کے خواب میں ہے کہ بکرے کا سینگ ٹوٹ گیا اور اس کی جگہ چار اور سینگ آسمان کی چار ہواؤں کی طرف پیدا ہوئے یعنی اس کی وسیع سلطنت انجام کار اس کے چار سپہ سالاروں میں منقسم ہوئی جس کے نام یہ ہیں: ہطالی، سپیکس، کسند اور سلیوکس۔ مصر طالی کے حصے میں آیا اور فلسطین بھی رفتہ رفتہ اسی کے حصے میں شامل ہو گیا۔ (تاریخ بائبل ص ۴۵۱)

اور بالآخر سکندر اعظم کے مفتوحات و حصوں میں تقسیم ہو کر رومی اور فارسی سلطنت بن گئے۔ اور فلسطین و یروشلم ہر قتل رومی کے زیر تسلط تھا جس پر وقتی طور پر فارسی غالب نظر آئے مگر کلام مجید کی پیشین گوئی کے مطابق ”غلبت الروم فی ادنی الارض و حص من بعد غلبہم سیخلبون فی بضع سنین“ یروشلم پر رومیوں کا قبضہ پھر بحال ہو گیا اور اسی دوران عرب مشرق میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سلطنت قائم ہو گئی، جو بحمد اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک اعجاز تھا اور ظاہری اسباب کا اس میں مطلقاً دخل نہ تھا اور یہ سلطنت قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں (جو کہ بخت نصر کی مورت کی ٹانگیں اور پچھے تھے) کے مقابل ایک چھوٹے سے پتھر کی مانند تھی مگر اس پتھر نے ان کو اس عروجِ تنہس نہیں کیا کہ کسریٰ کا حکام و نشان مٹ گیا اور قیصر رومی ہر قتل بھی شکست شکست کھاتا ہوا دور دراز علاقوں میں معسور ہو کر رہ گیا اور سلطنت اسلام دیکھتے ہی دیکھتے ایک ناقابلِ تسخیر بنا بن گئی۔

اور صدیوں سے ان علاقوں میں اہل اسلام کا ہی تسلط ہے۔ اور ہر وقت اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد انک محمد رسول اللہ کی صدا میں ان علاقوں میں آسمانی بادشاہت کا منہ بوتا وجود ہے اور معبوداتِ باطل یعنی اصنام و اوثان اور صلیب و آتش پرستی کا صفایا کر دیا گیا اور اللہ و وحدہ لا شریک لہ کی بادشاہت کا اقرار و اعتراف کرایا گیا۔ اور اسی کی عبادت و پرستش عملی جامہ پہنا یا گیا۔ اور انشاء اللہ العزیز نہ تا قیام قیامت اسی طرح رہے گا۔ اگر وقتی طور پر کچھ ضعف آیا بھی تو وہ بالآخر امام مہدی علیہ السلام کے مقدس ہاتھ سے دور ہو جائے گا۔ جسے کہ دانی ایل کو بتایا گیا، تمام آسمان کے نیچے سب ملکوں کی سلطنت اور مملکت اور سلطنت کی حشمت حق تعالیٰ کے مقدس لوگوں کو بخشی جائیگی اس کی سلطنت ابدی سلطنت ہے اور تمام مملکتیں اس کی خدمت گزار اور فرمانبردار ہوں گی (باب ۸ - ۲۶)

کیا اس سلطنت کے مالک مسیح ہیں؟

عیسائی صاحبان کا اس بادشاہی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بادشاہت قرار دینا حقائق کا منہ چڑانے کے مترادف ہے اور سورج کو دوپہر کے وقت اپنی ہتھیلی سے ڈھانپنے کے مترادف ہے۔ مہلادہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں جن کو راجش کے لیے مکان بھی میسر نہیں تھا؟ جیسے کہ خود فرماتے ہیں :-

”نودہویں کے بھٹ ہوتے ہیں اور ہوا کے پرندوں کے گھونسلے، مگر ابن آدم کے لیے سردھرنے کی بھی جگہ نہیں!“ (متی باب ۸ - ۱۲)

علاوہ ازیں یہاں ایک ظاہری سلطنت اور حکومت کی بات ہو رہی ہے جیسے کہ ہمت نصر اور پچھلے بادشاہوں کو حاصل ہوئی لیکن عیسیٰ علیہ السلام نے خود فرمایا کہ میری سلطنت ظاہر میں نہیں ہوگی :-

”جب فریسیوں نے اس سے پوچھا کہ خدا کی بادشاہی کب آئے گی تو اس نے جواب میں ان سے کہا کہ خدا کی بادشاہی ظاہری طور پر نہیں آئے گی اور لوگ یہ نہ کہیں گے

کہ دیکھو یہاں ہے وہاں ہے۔ دیکھو خدا کی بادشاہی تمھارے درمیان ہے۔

(انجیل لوقا۔ باب ۱۷-۲۰)

لہذا ختمی اور قطعی طور پر ثابت ہوا کہ حضرت دانیال علیہ السلام کی ذکر کردہ آسمانی بادشاہت اور خدائی سلطنت کا مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کے خلفاء اور امراء اسلام جینوں نے ایشیا، افریقہ اور یورپ کے علاقوں پر محیط عظیم سلطنت قائم کی۔ اب مزید حوالے اس ضمن میں ملاحظہ کریں تاکہ یہ حقیقت مزید واضح ہو جائے۔



www.Only1Or3.com

یسعیاہ پیغمبر کی زبانی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور سلطنت اسلام کی بشارت

یسعیاہ باب ۴۲ - آیت ۱۷ میں مرقوم ہے :-

”وکیہد میرا فادام جس کو میں سے بچاؤں ہوں۔ میرا برگزیدہ جس سے میرا دل خوش ہے۔
میں نے اپنی روح اس پر ڈالی۔ وہ قوموں میں عدالت جاری کرے گا۔ وہ نہ چلائے گا
نہ شور کرے گا اور نہ بازاروں میں اس کی آواز سنائی دے گی۔ وہ مسلے ہوئے سرکنڈے
کو نہیں توڑے گا اور ٹٹھاتی جی کو نہیں بجھائے گا۔ وہ راستی سے عدالت کرے گا۔
وہ ماندہ نہ ہوگا اور ہمت نہ ہائے گا۔ جیت تک کہ عدالت کو زمین پر قائم نہ کرے۔
جویرے اس کی شریعت کا انتظار کریں گے۔ میں خداوند نے تجھے صداقت سے
بلا یا۔ میں ہی تیرا ماتھے پکڑوں گا اور تیری حفاظت کروں گا اور لوگوں کے چہرہ اور
قوموں کے نور کے لیے تجھے دوں گا (ان کو نور ہمیا کرنے کے لیے تجھے بھیجوں گا)
کہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور اسیروں کو قید سے نکالے اور ان کو جو اندھیرے میں
بیٹھے ہیں قید خانہ سے چھڑائے۔

”اے سمندر پر گزرنے والو! اور اس میں بسنے والو! اے جزیرہ اور اس کے
باشندو! خداوند کے لیے نیا گیت گاؤ۔ زمین پر سرتاسر اسی کی ستائش کرو۔ بیابان
اور اس کی بستیاں۔ قیدار کے آباد گھاؤں اپنی آواز بلند کریں۔ سلع کے بسنے والے

گیت گائیں، پہاڑوں کی چوٹیوں سے لٹکائیں۔ وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں اور
جزیروں میں اس کی ثنا خوانی کریں۔ خداوند بہادر کی مانند نکلے گا۔ وہ جنگی مرد کی مانند
اپنی غیرت دکھلائے گا۔ وہ نعرہ مارے گا۔ اے وہ لٹکائے گا۔ وہ اپنے دشمنوں پر
غالب آئے گا۔ میں بہت مدت سے چپ رہا۔ میں خاموش ہو رہا اور ضبط کرتا رہا
پر اب میں..... پہاڑوں اور ٹیلوں کو ویران کر ڈالوں گا اور ان کے سبزہ زاروں کو
خشک کروں گا اور ان کی ندیوں کو جزیرے بناؤں گا اور تالابوں کو سکھا دوں گا.....
میں ان سے یہ ملوک کروں گا اور ان کو ترک نہ کروں گا جو کھودی ہوئی مورتوں پر بھروسہ
کرتے اور ڈھالے ہوئے بتوں سے کہتے ہیں، تم ہمارے معبود ہو وہ پیچھے ہٹیں گے اور
بہت شرمندہ ہوں گے۔ (توبہ سورہ باب ۴۲ - آیت ۱۷)

معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی ان آیات میں نظر کرنے کے بعد فوراً پکار
اٹھے گا کہ یہ صرف اور صرف رسول معظم نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارات ہیں
جن کو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ بھیج کر امدادی اور دشمنوں سے محفوظ فرمایا "وَاللّٰهُ يُعِصِمُكَ
مِنْ النَّاسِ"

قیدار جو کہ حضرت اسماعیلؑ کے فرزند تھے ان میں کس کی لوح و کتاب میں آوازیں بلند
ہوئیں اور مدینہ طیبہ کے پہاڑ سلح کے قریب بسنے والوں نے کس پر درود و سلام بھیجے۔
اور کس نبی کی کتاب کی تلاوت کی اور کس شریعت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔
اور جزیرے کس کی شریعت کے انتظار میں تھے۔ اور کس نے مورتوں کو نیست و نابود
کیا اور کس کی ہیبت و جلالت نے بت پرستوں کو پرے کیا اور شرمندگی و رسوائی
سے دوچار کیا اور کس کے نور نے دل کے اندھوں کو روشنائی بخشی۔ وہ صرف اور
صرف "تَحْدُ جَاءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ" کی شان نورانی والے اور "حَاسِبًا إِلَى
اللّٰهِ بِأَدْنٰیہِ دَسِرَاجًا مُّنِيرًا" کی تنویر والے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دستگیری اور حفاظت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوئی تو
ان کو سولی پر کیسے لٹکایا جاسکتا تھا ؟



www.Only1Or3.com

حقوق نبی کی بشارت رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم

کی بعثت اور سلطنت اسلام سے متعلق

حقوق باب :-

”خدا تیمان سے آیا اور قدوس کوہ فاران سے اس کا جلال آسمان پر چھا گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوئی۔ اس کی جگہ گاہٹ نور کی مانند تھی۔ اس کے ہاتھ سے کرنیں نکلتی تھیں اور اس میں اس کی قدرت نہاں تھی۔ دبا اس کے آگے آگے چلتی تھی۔ اور آتش تیرا اس کے قدموں سے نکلتے تھے۔ وہ کھڑا ہوا اور زمین ہٹا گئی۔ اس نے نگاہ ڈالی اور قومیں پر اگندہ ہو گئیں۔ ازلی پہاڑ پارہ پارہ ہو گئے قدیم ٹیلے جھک گئے۔ اس کی راہیں ازلی ہیں (حقوق نبی کی دعا باب ۳ - ۶۷۳)

کوہ فاران سے ظاہر ہونے والی ہستی کون ہے بس وہی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم! جب اللہ تعالیٰ اور ملائکہ نے اس پر صلوٰۃ بھیجی تو اس کا جلال آسمان والوں پر ظاہر ہوا۔ اور جب زمین میں درود و سلام اور کلمہ شہادت کی صدائیں بلند ہونے لگیں، تو زمین حمد و ثناء مصطفیٰ سے معمور ہو گئی۔ اس کے نور نے سارے جہان کو روشن کیا۔ ان کا ہاتھ یہ اللہ تھا اور قدرت خداوندی کا منظر جس کی بیعت اللہ تعالیٰ کی بیعت تھی۔

”إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ - يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ“
اور جس کا مارنا اللہ تعالیٰ کا مارنا تھا کہ بروحین میں ایک ایک مٹھی مٹی کی پھینکی تو کفار و کفر دبا کر بھاگ گئے۔

”وَمَا مَعَكُمْ إِلَّا ذُرِّيَّتُكُمْ وَلَكِنْ اللَّهُ ذَا عِلْمٍ“

جس کے سبب سے ایوان کسریٰ میں زلزلہ آیا اور شباب نبوت پر اس کی اور قیصر کی زمین کا نپ اٹھی اور بظاہر ناقابل تسخیر قوتیں اور سلطنتیں پاش پاش ہو گئیں۔ اور اتنے بڑے بڑے پہاڑ پارہ پارہ ہو گئے اور اس قدر جھک گئے کہ آج تک سیدھے نہ ہو سکے۔ والحمد للہ علی ذلک!



حضرت زکریا علیہ السلام کی شہادت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق

”اے بنت عیسیٰ! تو نہایت شادمان ہو، اے دخترِ یروشلم! خوب ہلکار۔ کیونکہ تیرا بادشاہ تیرے پاس آتا ہے، مردہ صادق ہے اور نجات اس کے ہاتھ میں ہے، وہ حلیم ہے اور جوان گدھے پر سوار ہے اور میں افرائیم سے رخصت اور یروشلم سے گھوڑے کاٹ ڈالوں گا اور جنگی کمان توڑ ڈالی جائے گی اور وہ قوموں کو صلح کا مشورہ دے گا اور اس کی سلطنت سمندر سے سمندر تک اور دریا ئے فرات سے انتہائے زمین تک ہوگی“

(زکریا - باب ۹ - ۱۰۹۹)

حضرت زکریا علیہ السلام کے اس مشورہ کا مصداق بھی سوائے رسولِ معظم نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت زکریا کی اس شہادت کے بعد ان کے تحت جگہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو نبوت ملی یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو۔ اور سلطنت ظاہری ان میں سے کسی کو بھی حاصل نہ ہوئی تھی۔ بلکہ حضرت یحییٰ بھی محض مبلغ اور مصلح تھے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی۔ اول الذکر کو بھی قید میں رکھ کر بعد ازاں ہیرو دلیس نے شہید کر دیا اور بقولِ تعاری حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی مصلوب ہوئے اور انتہائی بیدردی کے ساتھ۔ نہ انھوں نے افرائیم سے رخصت ختم کیے اور نہ یروشلم سے گھوڑے، نہ ان کی

سلطنت سمندر سے سمندر تک اور نہ فرات سے انتہائی زمین تک پھیلی۔ اگر کسی بستی کی آمد سے انقلاب آیا اور یرشلم بغیر کسی لڑائی کے فتح ہوا تو وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان کے غلام حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ جن کو دیکھتے ہی اہل یرشلم نے رعایا ہونا قبول کر لیا اور ان کو اپنا حاکم۔ اور انہوں نے ہی قوموں کو صلح کا شہرہ اس طرح دیا کہ اسلام قبول کر لو تو تم ہمارے بھائی بنو اور اگر جزیہ دینا قبول کر لو تو بھی مختاری جانیں اور مال اسی طرح واجب الاحترام اور محفوظ و مامون ہیں جس طرح اہل اسلام کی۔

شبہ کا ازالہ

گدھے پر سوار ہونے کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مشہور ہیں لہذا وہی مراد ہونگے لیکن صرف اس سواری کو دیکھنے پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے بلکہ سارا سیاق و سباق دیکھنا چاہیے اور جس طرح کر بیان ہو چکا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اس کا سیاق و سباق سچا نہیں آتا۔ گدھے پر سواری کا یہاں بیان کرنا دلیل علم اور توفیق کے طور پر ہے اور اس کے لیے ہمیشہ گدھے پر سوار ہونا ضروری نہیں۔ صرف بعض دفعہ سوار ہونا کافی ہے اور یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھے کو بھی سواری کا شرف بخشا جس طرح اوٹینیوں، گھوڑوں اور خچروں کو۔ لہذا اس کو قطعاً اس دعویٰ کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا کہ اس پیشینگوئی سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہوں گے جنہوں نے خود فرادیا کہ میرے لیے سرور ہونے کی جگہ بھی نہیں ہے اور میری بادشاہی ظاہری طور پر نہیں ہوگی۔ کہ لوگ کہہ سکیں یہاں ہے یا وہاں۔ جس طرح ذکر ہو چکا ہے۔

آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی

”حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی یہی اعلان کیا کرتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی انہیں الفاظ کے ساتھ اعلان فرمایا“ انجیل متی باب ۲۴
 ”ان دونوں یوحنا ہتھمہ سینے والے آیا اور یہودیہ کے بیابان میں یہ منادی کرنے لگا کہ
 تو بہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے۔ یہودی ”یوحنا“ ہے جس کا ذکر مسمیاء
 نبی کی معرفت ہوا کہ بیابان میں پکارنے والے کی تو آواز آتی ہے کہ خداوند کی راہ تیار کرو۔
 اس کے راستے سیدھے بناؤ“

لیکن اگر ان کا مقصد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اعلان کرنا تھا تو حضرت عیسیٰ
 علیہ السلام تو یہ لفظ استعمال نہ فرماتے بلکہ اس طرح کہتے کہ جس بادشاہت کی خبر
 تمہیں حضرت یحییٰ نے دی ہے وہ میری بادشاہت ہے۔ حالانکہ خود انہوں نے بھی
 اس بادشاہت کی خوشخبری اسی انداز میں سنائی۔ ملاحظہ ہو انجیل متی باب ۲۴۔

”جب اس (عیسیٰ علیہ السلام) نے سنا کہ یوحنا پکڑا دیا گیا ہے تو گلیل کو روانہ
 ہوا اور ناصرہ کو چھوڑ کر کفرناحوم میں جا بسا۔۔۔۔۔ اس وقت سے یسوع نے منادی
 کرنا اور یہ کہنا شروع کیا کہ تو بہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے۔۔۔۔۔
 اور یسوع تمام گلیل میں پھرتا رہا اور ان کے عبادت خانوں میں تعلیم دیتا رہا اور بادشاہی کی

خوشخبری کی منادی کرتا اور لوگوں کی ہر طرح کی بیماری اور ہر طرح کی کمزوری دور کرتا تھا۔
 تو اس سے بلا شک و شبہ یہ حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ یہ دونوں مقدس پیغمبر
 کسی دوسری ہستی کی تشریف آوری کا مژدہ لوگوں کو سناتے رہے اور ان کے لیے فضا
 سازگار کرتے رہے۔ اسی ضمن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس دعا کا ذکر کرنا بھی بہت
 مناسب ہو گا جو آپ نے شاگردوں کو سکھائی اور لوگوں کے عام طور طریقہ سے ہٹ کر بلکہ
 بچ کر دعا کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا۔ انجیل متی باب ۲۴۔

”پس تم اس طرح دعا کیا کرو کہ اے ہمارے باپ! تو جو آسمان پر ہے تیرا نام پاک مانا
 جائے۔ تیری بادشاہی آئے۔ تیری مرضی جیسے آسمان پر پوری ہوتی ہے، زمین پر بھی پوری
 ہو“ الخ۔ باب ۶، آیت ۹ تا ۱۰۔

بلکہ جب آپ نے اپنے حواریوں کو بلا د اسرائیل میں دعوت و ارشاد اور وعظ و نصیحت
 کے لیے بھیجا تو ان کو جو وصیت فرمائی اس میں غور کر لینا ضروری ہے تاکہ آسمانی بادشاہت
 کی حقیقت پوری طرح واضح ہو جائے۔

”ان بارہ (رسولوں) کو یسوع نے بھیجا (اور ان کو حکم دے کر کہا)۔ غیر قوموں کی طرف
 نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا۔ بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی
 بھیڑوں کے پاس جانا اور چلتے چلتے یہ منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی
 ہے۔“ (انجیل متی باب ۱۰، ۵، ۶)۔

حضرت یسوع علیہ السلام کی سکھائی ہوئی دعائیں بھی آسمانی بادشاہی کی طلب موجود ہے
 اور اگر بادشاہی آپ کی ہوتی تو اس کی طلب بے معنی تھی (اور جب آپ نے رسولوں کو وعظ
 اور ارشاد کے لیے بھیجا تو ظاہر ہے کہ آپ کی نبوت و رسالت معروف و مشہور ہو چکی تھی۔
 اور اس کا حلقہ اثر بھی کافی وسیع ہو چکا تھا لیکن پھر بھی رسولوں کو یہی حکم دیا کہ آسمان کی
 بادشاہی کے نزدیک آجانے کی منادی کرتے جانا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ابھی وہ بادشاہت

قائم نہیں ہوئی تھی بلکہ اس کا ابھی انتظار تھا۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب اپنے ستر شاگردوں کو تبلیغ کے لیے روانہ کیا تو ان کو بھی اسی طرح منادی کی وصیت کی۔ انجیل لوقا میں ہے :-
 ”جب شہر میں تم داخل ہو اور وہاں کے لوگ تمہیں قبول کریں تو جو کچھ تمہارے سامنے رکھا جائے کھاؤ اور وہاں کے بیماروں کو اچھا کرو اور ان سے کہو کہ خدا کی بادشاہی تمہارے نزدیک آ پہنچی ہے۔ لیکن جس شہر میں داخل ہو اور وہاں کے لوگ تمہیں قبول نہ کریں تو اس کے بازاروں میں جا کر کہو کہ ہم اس گرد کو بھی جو تمہارے شہر سے ہمارے پاؤں میں لگی ہے، تمہارے سامنے جھاڑ دیتے ہیں۔ مگر یہ جان لو کہ خدا کی بادشاہی نزدیک آ پہنچی ہے۔“ (لوقا، باب ۱۰ - ۱۱ تا ۱۸)

اس عبارت سے بھی صاف واضح ہے کہ ان ستر شاگردوں نے اس بادشاہت کے قریب پہنچنے کا ذکر کیا اور حضرت مسیح نے بھی انہیں یہی الفاظ سکھائے۔ خود ان کی سلطنت مراد ہوتی تو لوگوں کو یہ منادی کرنے کا حکم دیتے کہ آسمان کی بادشاہت ظاہر ہو چکی ہے۔ لہذا اس بادشاہت سے مراد وہی بادشاہت ہے جو دانیال علیہ السلام کی تعبیر میں تھی۔ اور حضرت یسعیاہ کی خوشخبری میں جس نے مسیحی معنوں میں توحید خداوند لوگوں کو روشناس کرایا اور اس کے احکام کو عملاً نافذ کر کے لوگوں کو صحیح معنوں میں اس شہنشاہ حقیقی کا بندہ اور غلام بنایا۔ اور قرآن مجید نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس منادی کو ان کلمات طیبات میں ادا کیا ہے :-

”وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِمْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ“

یا کہ میں بنی اسرائیل کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور اس رسول کا مزدہ سننے والا جو میرے بعد آتا ہے جن کا نام نامی اور اسم گرامی احمد ہے :-

(رفوٹ) اس حقیقت کی مزید توضیح انجیل برنباس کے واضح اور روشن بیانات سے

ہوتی ہے،

شُبہ کا ازالہ

عیسائی لوگ اس کی یہ تاویل پیش کرتے ہیں کہ جس بادشاہت کے قرب کی ان عبارات میں بشارت ہے۔ اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد قائم ہونے والی بادشاہت ہے۔ جس میں تمام دنیا پر مسیحیت کا دور دورہ ہوگا لیکن یہ تاویل ضعیف اور خلافِ ظاہر و قیاس ہونے کے علاوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اپنے اعلان اور بیان کے بھی خلاف ہے۔

جیسے قبل ازیں بیان ہو چکا ہے کہ عیسائیوں نے فریسیوں کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ خدا کی بادشاہی ظاہری طور پر نہیں آئے گی اور لوگ یہ نہیں کہیں گے کہ دیکھو یہاں ہے یا وہاں ہے۔ کیونکہ دیکھو خدا کی بادشاہی کتنا ہی بڑی ہے اور یہاں موجود ہے۔۔۔۔۔ (لوقا۔ باب ۱۷۔ ۲۰)

اگر دوبارہ دنیا پر تشریف لانے کے بعد اس کا قیام مراد ہوتا تو جب فریسیوں نے پوچھا، جی، یہی تھا، خدا کی بادشاہی کب آئے گی تو آپ کہہ دیتے کہ میرے دوبارہ ظہور پر۔ لہذا یہ توجیہ اور تاویل قطعاً غلط ہے۔

علاوہ ازیں آپ کے دوبارہ دنیا میں تشریف لانے پر مسیحیت کا دور دورہ ہوگا یا اسلام کا، وہ تو وقت بتلائے گا۔ فی الحال یہ دعویٰ رجم بالغیب اور تخمینہ و اندازہ کے سوا کچھ نہیں۔ جبکہ اہل اسلام تو آپ کی اس آمد کو اسلامی سلطنت اور بادشاہت کا ہی حصہ سمجھتے ہیں۔ کیونکہ آپ اگر اپنا صحیح مقام واضح کریں گے یعنی عبد اللہ اور رسول اللہ جو نہ اور الوہیت یا ابن اللہ ہونے سے برأت کا اظہار کریں گے اور دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت فرمائیں گے اور آپ کا وہ ظہور ایک

علیہ السلام اور خادم نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیثیت سے ہوگا۔

سوال :-

جب عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی ثابت ہو گیا کہ بادشاہی موجود ہے تو پھر نبی آخر الزمان علیہ السلام کی بشارت کیسے ثابت ہوئی ؟ اور اس کو دانیال علیہ السلام کی تعبیر خواب سے کیا تعلق رہا ؟

جواب :-

اگر عیسیٰ علیہ السلام یہ اعلان فرما چکے ہوتے تو ان فریسیوں کو اس سوال کی ضرورت ہی کب پیش آتی کہ خدا کی بادشاہی کب کئے گی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ انتظار میں ہی تھے اور مدت کا تعین کرنا چاہتے تھے۔ اور آپ کا اپنا اعلان، حواریوں کا اعلان، اور شاگردوں کا اعلان اور ان کی دعائیں اور حضرت یحییٰ کا اعلان، یہ سبھی مستقبل میں بادشاہت کے قائم ہونے پر ہی دلیل ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہی کہا جاسکتا ہے کہ پھر اس بیان میں اور اس اعلان میں تناقض و تعارض لازم آئے گا نیز مصنفین انجیل کے بائیس ہاتھ کا کھیل ہے۔ صرف ایک جگہ نہیں بیسیوں جگہوں میں عہد جدید بلکہ قدیم میں بھی تعارض و تناقض موجود ہیں۔ جس کے چند نمونے ”عیسائی مذہب“ مؤلفہ حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین رحمہ اللہ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

نیز جب حضرت دانیال اور حضرت یسعیاہ، حضرت زکریا، حضرت جحوقی کے ارشادات اور انجیل برناباس کے بیسیوں اقتباسات سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی سلطنت اور بادشاہت کی خوشخبری کا ثبوت واضح طور پر ملتا ہے۔ تو اس تعارض کو رفع کرنے کی یہی صورت متعین ہو جائے گی کہ ان اعلانات میں نبی اتی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ہے

اور یہ قول لوقا صاحب کی ایجاد و اختراع ہے اور ہم نے تو اس کو بطور الزام ذکر کیا ہے لہذا اس سے ہمیں الزام دینے کا کیا مطلب۔

آئیے اب اس ملکوت سماری اور شہنشاہیت کا تذکرہ زبور شریف سے ملاحظہ فرماتے جائیں۔



زبور شریف میں بشارت متعلق یہ بلطنت مصطفیٰ

علیہ التحیۃ والسلام

”میں کس بے طیش میں ہوں اور لوگ کیوں باطل خیال باندھتے ہیں خداوند اور اس کے مسیح کے خلاف زمین کے بادشاہ صفت آرائی کر کے اور حاکم آپس میں مشورہ کر کے کہتے ہیں آدم ہم ان کے بندھن توڑ ڈالیں اور ان کی رسیاں اپنے اوپر سے اتار پھینکیں۔ وہ جو آسمان پر تخت نشین ہے بنے گا۔ خداوندان کا مضحکہ اڑائے گا، تب وہ اپنے غضب میں ان سے کلام کرے گا اور اپنے قہر شدید میں ان کو پریشان کرے گا۔ میں تو اپنے بادشاہ کو اپنے کوہ مقدس صیون پر بٹھا چکا ہوں۔ میں اس فرمان کو بیان کروں گا۔ خداوند نے مجھ سے کہا تو میرا بیٹا ہے۔ آج تو مجھ سے پیدا ہوا، مجھ سے مانگ اور میں قوموں کو تیری میراث کے لیے اور زمین کے انتہائی حصے تیری ملکیت کے لیے تجھے بخشوں گا، تو ان کو لوہے کے عصا سے توڑے گا، اکھاڑ کے برتن کی طرح ان کو چکنا چور کرے گا۔ الخ“ (زبور کتاب اول - باب ۲، آیت ۹)

مسیحی برادری کے نزدیک داؤد علیہ السلام نے اس قسم کے فرمودات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بشارات ذکر کی ہیں۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ بشارات بھی صرف نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی سچی آتی ہیں۔ قوموں نے جن کے

خلاف اتھا کیا اور ان کی بڑھتی ہوئی قوت کو دیکھ کر خوفزدہ ہوئیں اور اس نور کو بچھلنے کی سر توڑ کوشش کی۔ وہ نور رسالت مصطفیٰ اور نور اسلام ہے جس کے خلاف عرب کے قبائل جمع ہوئے۔ مدینہ طیبہ کا محاصرہ کیے رکھا اور بالآخر ذلت و رسوائی کے ساتھ دم و با کر بھاگنے پر مجبور ہوئے اور بغیر جنگ و جدال کے اللہ تعالیٰ نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نصرت و فتح اور غلبہ و کامرانی عطا فرمائی اور آپ نے اعلان فرمادیا کہ کفر کی ہمارے خلاف یہ آخری یلغار تھی۔ اس کے بعد وہ کبھی ہم پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہیں کریں گے مدینہ کے یہودیوں نے بھی اس دوران قبائل عرب کا ساتھ دیا تھا اور اپنے سب عہدہ پیمان توڑ ڈالے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ حرف بحرف پورا ہوا۔

”يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَأَن لَّهُمْ نُورٌ
وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ“

اللہ تعالیٰ نے سخت آندھی بھیج کر ان کو بدحواس اور پریشان کر دیا اور بالآخر ایک ایک کر کے یہود اور دیگر قبائل کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوہے کے عصا یعنی توار سے توڑ ڈالا۔ اور چکنا چور کر دیا۔

خدا ہے کفر کی حرکت پر خندہ زن

پھونکوں سے یہ چرخ بچھایا نہ جائے گا

مزید تفصیلات کتب معارف و توارخ میں دیکھی جاسکتی ہیں لیکن جب ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو بجائے اللہ تعالیٰ کے ان قوموں پر ہنسنے اور ان کا مضحکہ اڑانے کے ہمیں تو وہ قومیں ان پر ہنستی اور ان کا مذاق اڑاتی نظر آتی ہیں اور بجائے اس کے کہ حضرت مسیح ان کو لوہے کے عصا سے توڑتے، انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکایا اور انھوں میں میخیں گاڑیں، یہودیوں کو نیزوں سے چھید ڈالا۔ جس کا تفصیلی تذکرہ نظر نواز ہو چکا ہے۔ لہذا یہ امر ہر طرح کے شک و شبہ

سے بالاتر ہے کہ اس بشارت اور پیشینگوئی کا مصداق سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

سوال

اس بشارت میں تو مسیح کا نام صراحت سے موجود ہے لہذا اس سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر ہو سکتے ہیں؟

جواب

عہد قدیم و جدید کی کتابوں میں اس نبی و رسول کو جس کی بشارات لوگوں کو سنائے گئے لیے انبیاء علیہم السلام مامور تھے، مسیح کے لقب سے یاد کیا گیا ہے مثلاً یوحنا نے قید خانہ سے اپنے دو شاگرد بھیج کر آپ سے دریافت کیا، کیا آنے والا مسیح تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں۔ علیٰ ہذا القیاس کئی مقامات پر یہ اطلاق موجود ہے تو اس سے فقط عیسیٰ علیہ السلام مراد لیا جانا درست نہیں اس لیے تمام یہود اجتماعی طور پر اس انتظار میں تھے کہ جب نبی آخر الزمان تشریف لائیں گے تو ان کے حلقہ غلامی میں داخل ہوں گے اور جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح یعنی پیغمبر آخر الزمان سمجھتا تھا۔ وہ اس کو اپنی عبادت گاہوں کے قریب بھی نہیں پھینکتے دیتے تھے۔ اور اندر آ جاتا تو دھکے دے کر اور بے عزت کر کے نکال دیتے تھے۔ ملاحظہ ہو یوحنا باب ۹ - ۲۲۔

”یہودی ایک کرچکے تھے کہ اگر کوئی اس کے مسیح ہونے کا اقرار کرے تو عیادتیانہ سے خارج کیا جائے“

اور اسی انجیل یوحنا باب ۷ - ۲۷ پر مرقوم ہے۔

”کیا سواروں نے رچ جان لیا کہ مسیح یہی ہے؟ اس کو ہم جانتے ہیں کہ کہاں کا ہے“

مگر مسیح جب آئے گا تو کوئی نہ جانے گا کہ وہ کہاں کا ہے؟“

باب ۷ - ۳۱ پر یوں مرقوم ہے

”مگر بھیڑ میں سے بہتر ہے اس پر ایمان لائے اور کہنے لگے کہ مسیح جب آئے گا تو کیا اس سے زیادہ معجزے دکھائے گا جو اس نے دکھائے؟“

اور آیت ۴۰ باب ۷ پر اس طرح مذکور ہے۔

”پس بھیڑ میں سے بعض نے یہ باتیں سن کر کہا بیشک یہی وہ نبی ہے اوروں نے

کہا یہ مسیح ہے اور بعض نے کہا کیوں؟“

اور یوحنا باب ۶ - ۳۱ میں اس طرح وارد ہے۔

”پس جو معجزہ اس نے دکھلایا وہ لوگ اس کو دیکھ کر کہنے لگے جو نبی دنیا میں آنے

والا تھا، فی الحقیقت یہی ہے۔“

باب ۱۰ - ۲۴ میں اس طرح مذکور ہے۔

”پس یہودیوں نے اس کے گرد جمع ہو کر اس سے کہا تو کب تک ہمارے دلوں کو

ڈانواں ڈول رکھے گا؟ اگر تو مسیح ہے تو ہم سے صاف کہہ دے“

الغرض مسیح کا لفظ ان کتب میں پیغمبر آخر الزمان کے لیے استعمال ہوا ہے، نہ کہ

بالخصوص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لقب کے طور پر۔ اور ہم اہل اسلام آپ کو جو مسیح

مانتے ہیں تو مستقل مقام نہ ہونے بلکہ ہر وقت سیر و سفر میں رہنے کی وجہ سے یا ماحقہ

لگا کر بیماروں کو شفا یاب کرنے کی وجہ سے، لہذا یہ الگ اصطلاح ہے اور تورات و

انجیل کی اصطلاح الگ ہے۔ بلکہ قبل ازیں بیان کر چکا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

نے بایں معنی مسیح ہونے کا اعلان نہ خود کیا اور نہ شاگردوں کو اس کی اجازت دی۔

ملاحظہ ہو انجیل لوقا باب ۹ - ۲۱۔

”اس نے ان سے کہا لیکن تم مجھے کیا کہتے ہو؟ پطرس نے جواب میں کہا کہ خدا کا مسیح

اس نے ان کو تاکید کر کے حکم دیا کہ یہ کسی سے نہ کہنا۔

انجیل متی باب ۱۶-۲۰۔

”اس وقت اس نے شاگردوں کو حکم دیا کہ کسی کو نہ بتانا کہ میں مسیح ہوں۔“

بلکہ انجیل برنباس میں مسیح ہونے کا صاف انکار ہے۔ اور صرف ایک مرتبہ نہیں بلکہ بار بار آپ نے اس کا انکار کرنے کے بعد فرمایا میں تو ان کی جوتیوں کا تسمہ کھولنے کے بھی لائق نہیں ہوں۔

سوال

اس بشارت میں تو یہ تذکرہ ہے کہ ”میں تو اپنے بادشاہ کو اپنے کو مقدس صیون پر بٹھا چکا ہوں“ اور صیون تو مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں نہیں بلکہ عرب میں بھی نہیں ہے۔ لہذا اس کا مصداق نبی عربی کیونکر ہو سکتے ہیں؟

جواب

رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت ملک عرب کے ساتھ مختص نہیں بلکہ بخت نصر اور قیصر کسری کے علاقوں تک پھیلی ہوئی ہے اس لیے اس بشارت میں فلسطین و کنعان کا علاقہ بلکہ عراق و شام وغیرہ کا علاقہ بھی شامل ہے۔ اور اس میں بنی اسرائیل کے لیے سرزلش ہے کہ میں نے تمھاری حکومت ختم کر کے اس کو بنی اسماعیل کی طرف منتقل کر دیا ہے۔ جس طرح کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے گرد جنگبہ حزاب سے پہلے خندق کھودنے کا حکم دیا اور جب ایک سخت پتھر نمودار ہوا جو صحابہ کرامؓ سے نہ ٹوٹ سکا تو آپ سے عرض کیا۔ آپ نے اس پر تین ضربیں لگائیں۔ ہر دفعہ ایک تہائی حصہ اس میں ریت کی طرح بہتا گیا اور پہلی دفعہ بسم اللہ پڑھ کر ضرب لگائی اور شد

برآمد ہوا تو آپ نے کہا: ”اللَّهُ أَكْبَرُ أُعْطِيتُ مَقَاتِيعَ الشَّامِ۔ اللہ اکبر! مجھے ملک شام کی چابیاں دے دی گئی ہیں۔“

بغداد میں اب اس کے سرخ محلات کو دیکھ رہا ہوں۔

دوبارہ مارا اور اس کی دوسری تہائی ریت کی طرح بہ گئی اور ایک شملہ برآمد ہوا تو آپ نے فرمایا: ”اللَّهُ أَكْبَرُ أُعْطِيتُ مَقَاتِيعَ فَارِسَ وَاللَّهُ إِنِّي لَا أَبْصُرُ انْقِصَارَ الْأَبْيَاقِ مِنَ الْمَدَائِنِ۔ اللہ اکبر! مجھے ملک فارس کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور بغداد میں اب مدائن کا کسروی قہر ابھرنے لگا ہوا ہے۔“

تیسری مرتبہ ضرب لگائی اور بقیہ تہائی کو ریزہ ریزہ کر دیا اس سے بھی شملہ برآمد ہوا تو آپ نے فرمایا: ”اللَّهُ أَكْبَرُ أُعْطِيتُ مَقَاتِيعَ يَمَنٍ وَاللَّهُ إِنِّي لَا أَبْصُرُ الْيَدَايَ مُنْعَاةً مِنَ مَكَائِنِ هَذِهِ السَّاعَةِ۔ اللہ اکبر! مجھے یمن کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور میں اس وقت اپنی اس جگہ سے صنعاء کے دروازوں کو دیکھ رہا ہوں اس موقع پر مخالفین نے ازراہ وطن تشنیع کہا تھا، عجیب بات ہے ایسے گھر میں رہنا دوپہر ہو رہا ہے اور جاتیں حلقوم تک پہنچ چکی ہیں۔ مگر دعویٰ فارس، شام اور یمن کی چابیاں ہاتھ آنے کا کیا جارہا ہے اور کہا ”مَا دَعَا اللَّهُ دَرَسُولُهُ إِلَّا غَوْرًا“ یہ وعدہ سلام دھوکا اور فریب دہی ہے۔ لیکن چیم فاک نے اس غیبی خبر کی صداقت اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ اور غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فارس کسری سے، شام قیصر سے چھین کر اعلانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کو ثابت کر دیا۔

اس ضمن میں قیصر روم ہرقل کا وہ بیان جو جناب ابوسفیان سے منقول ہے، اور ان کے ساتھ ہرقل کی وہ گفتگو جو اس وقت ہوئی جب وہ بیت المقدس کو کسری سے دوبارہ حاصل کر چکا تھا اور اس فتح کی خوشی میں پیدل چل کر بیت المقدس میں حاضر ہوا اور اسی دورانِ عظیم بھڑی کے ذریعے اس کو حضرت دجیہ کلبی نے رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کا

خط دیا۔ اس نے عرب تجارت کا پتہ لگانے کا حکم دیا۔ ابوسفیان بعد اپنے ساتھیوں کے اس کے پاس لائے گئے۔ اس نے طویل مذاکرہ میں مختلف سوالات کیے اور بالآخر ان سے کہا:-

”ان یکن ما قلت حقاً فیو شئت ان یصلک موضع قدھی ہاتین دانہ لہو اعلم انی اخلص الیہ لتجشمت لقاءہ ولو کن فی عداد النسلت عن قد میہ“
 یہ جو کچھ تو نے بیان کیا اگر درست ہے تو عنقریب وہ میرے قدموں کے نیچے والی جگہ کے مالک بن جائیں گے۔ بخدا اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں اپنے اراکین سلطنت سے بچ کر ان کی خدمت میں حاضر ہو سکتا ہوں تو ضرور ان کے پاس حاضر ہونے کی کوشش کرتا اور اگر ان کے پاس ہوتا تو ان کے قدم دھویا کرتا،

یہ جناب ابوسفیان کے ساتھ اس وقت کا پیش آنے والا واقعہ ہے جبکہ وہ حلقہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے، لہذا نہ ان کی طرف سے ہرقل کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں مبالغہ آرائی کر کے دھوکا دینے کا گمان کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی ہرقل کے رد عمل میں کسی قسم کی مبالغہ آرائی کا تصور کیا جاسکتا ہے اور کچھ بھی ہو واقعات اور حقائق نے اس توہم کے لیے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔ کیونکہ اسرائیل کے تمام مقامات مقدسہ مجموعی طور پر تیرہ سو سال بھی زیادہ عرصہ تک اہل اسلام کے زیر تصرف رہے اور حضرت مہدی کے دور میں انشاء اللہ پھر یہ علاقہ اہل اسلام کے ہاتھوں میں ہوگا۔

آئیے ذرا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی ہی اس کا فیصلہ کرالیں کہ یہ مسلا ق کس کی مملکت میں شامل ہوگا۔

انجیل نوقا باب ۱۹-۴۲ پر مرقوم ہے:-

”جب نزدیک آکر شہر کو دیکھا تو اس پر رویا اور کہا، کاش کہ تو اپنے اسی دن میں

سلامتی کی باتیں جانتا مگر اب وہ تیری آنکھوں سے چھپ گئی ہیں کیونکہ وہ دن اب تجھ پر آئیں گے کہ تیرے دشمن تیرے گرد مورچہ باندھ کر تجھے گھیر لیں گے اور ہر طرف سے تنگ کریں گے اور تجھ کو اور تیرے بچوں کو جو تجھ میں ہیں زمین پر سے ٹپکیں گے اور تجھ میں کسی پتھر پر پتھر کو باقی نہ چھوڑیں گے اس لیے کہ تو نے اس وقت کو نہ پہچانا جب تجھ پر نگاہ کی گئی۔“

ڈاکٹر بلکی صاحب نے تواریخ بائبل میں اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے تسلیم کیا ہے کہ ان آیات میں حضرت عمرؓ کے فتح یروشلم اور ہیکل کی جگہ مسجد صحرا کی تعمیر کی طرف اشارہ ہے اور رومی فتوحات کے علاوہ اہل اسلام کا تسلط بھی مسیح کی نظر میں گنوم گیا۔ صفحہ ۵۱۶، ۵۱۷ ملاحظہ کریں۔ اس کی مزید تصدیق و تائید بھی حضرت یسعیاہ علیہ السلام کے مکہ مکرمہ کے متعلق مزدوں اور بشارتوں سے عنقریب ذکر کی جائے گی۔

جواب دیگر

ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ مکہ مکرمہ پر صیون کا اطلاق درست نہیں بلکہ حضرت یسعیاہ علیہ السلام کے کلام میں مکہ مکرمہ کے متعلق مذکور ہے:-

”اور وہ تیرا نام خداوند کا شہر اسرائیل کے قدوس کا صیون رکھیں گے“ (باب ۶۰-۴۳)
 لہذا یہ بہانہ بھی لغو اور ناقابل اعتبار و التفات ہے، تفصیلی عبارت بعد میں ذکر کی جائے گی جس کو دیکھ کر نہ منصف بیکار اٹھے گا کہ یہ بشارت صرف مکہ مکرمہ کے لیے ہے اور وہی خداوند کا شہر اور قدوس رب کا صیون۔ والحمد للہ علی ذلک :-

اُمّتِ اُمّیہ عربیہ کی بشارت

پولس رسول کے رویوں کی طرف لکھے ہوئے خط سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ وہ لکھتا ہے:-

”موسیٰ علیہ السلام کہتا ہے کہ میں ان سے تم کو غیرت دلاؤں گا جو قوم ہی نہیں ایک نادان قوم سے تم کو غصہ دلاؤں گا۔ پھر یسعیاہ بہت دیر ہو کر یہ کہتا ہے کہ جنھوں نے مجھے نہیں ڈھونڈا انھوں نے مجھے پایا۔ جنھوں نے مجھ سے نہیں پرچھا ان پر میں ظاہر ہو گیا۔ لیکن اسرائیل کے حق میں یوں کہتا ہے کہ میں دن بھر ایک نافرمان (اور جتنی امت کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاتا رہا۔ رباب ۱۰-۱۹، ۲۰، ۲۱)“

اور یہ بات محتاجِ دھناحت نہیں کہ عرب لوگ آسمانی علوم سے بے خبر ہونے اور توہم پرستی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے کوئی معتد بہ قوم نہیں سمجھی جاتی تھی اور ان کی نادانی اور جہالت معروف و مشہور تھی اور بُت پرستی میں منہمک ہو کر انھوں نے کبھی اللہ تعالیٰ کے متعلق نہ دریافت کیا اور نہ ہی اس کو پایا۔ جبکہ بنی اسرائیل میں یکے بعد دیگرے انبیاء علیہم السلام آتے رہے اور بنی اسرائیل کی تعلیم و تربیت میں کوشاں رہے اور انھیں اللہ تعالیٰ کی راہ بتلاتے رہے اور انھیں خدا کے تعالیٰ سے روشناس کرانے میں کوشاں رہے لہذا یہاں بلا شک و شبہ اس قوم سے مراد قوم عرب ہے جن کو

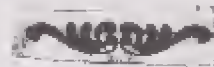
اللہ تعالیٰ نے نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اپنا تعارف کرایا اور ان پر ظاہر ہوا اور انھوں نے اسے پایا۔ اور پھر ان کو سلطنت و حکومت عطا کر کے اور زمین کے اطراف و اکناف میں ان کی حکومت کو وسعت دے کر بنی اسرائیل کو غم و غصہ دلایا۔ اور حسد و عناد کی آگ میں جلایا اور ان کو یکے بعد دیگرے جلا وطنی اور حیرانی و سرگردانی میں مبتلا کیا اور حلقہ اسلام میں داخل ہونے یا اہل اسلام کا باج گزار ہونے کے علاوہ ان کے لیے کوئی چارہ کار نہ چھوڑا اور ان سے نفرت و بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ جتنی اور نافرمان ہیں۔ لہذا اس نے ان کو ٹھکرا دیا ہے (اور ان کی جگہ دوسری قوم کو اپنی نگاہ و لطف و کرم سے نوازا ہے۔

لہذا موسیٰ علیہ السلام اور یسعیاہ علیہ السلام کے ان ارشادات میں بھی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت و سلطنت اور اسلام کی بادشاہت کا واضح بیان موجود ہے۔ اور وہی مقام اسرائیل کے قدوس کامیون ہے جس جگہ اس محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام ہے۔

دہی ہے طور جہاں پر گئی نگاہ تیری
دہی چمن ہے جہاں ٹھکرا دیا تو نے

اور زبور شریف سے پیش کردہ بشارت کا یہ جملہ بالکل واضح ہو گیا ”میں قوموں کو تیری میراث کے لیے اور زمین کے انتہائی حصے تیری ملکیت کے لیے تجھے بخشوں گا۔“ کیونکہ غیرت دلانے اور غم و غصہ کی آگ میں جلانے کا اہم سبب یہی ہے اور تو ہے کا عصا جو آپ کے ہاتھ میں دیا گیا و تلوار ہے جس کے ذریعے دشمنوں کو تھس تھس کیا گیا۔ اور اس میں شک وارتیاب کی کس کو گنجائش ہو سکتی ہے کہ حکومت اور سلطنت عطا کی گئی تو رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور تلوار و جہاد کے ساتھ بھیجے گئے تو رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام جنھوں نے فرمایا کہ

کوئی ایک گال پر پتھر مارے تو دوسرا بھی اس کے سامنے کر دو۔ وغیرہ وغیرہ اور خود سولی پر چڑھا دیے گئے اور بالآخر پکار پکار کر کہا۔ ”اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا“
 داؤد علیہ السلام کے اس اعلان کے بعد اب ان کے فرزند اور جند حضرت سلیمان علیہ السلام کا اعلان سماعت فرماتے جائیے تاکہ معلوم ہو جائے کہ آنے والا بادشاہ بادشاہوں کا بھی سردار و آقا ہے اور ان کے دلوں کی آندہ۔



سلیمان علیہ السلام کی بشارت سلطنتِ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق

”اے خدا بادشاہ کو اپنے احکام اور شانزادہ کو اپنی صداقت عطا فرما۔ وہ صداقت سے تیرے لوگوں کی اور انصاف سے تیرے غریبوں کی عدالت کرے گا۔ ان لوگوں کے لیے پہاڑوں سے سلامتی اور پہاڑیوں سے صداقت کے پھل پیدا ہوں گے وہ ان لوگوں کے غریبوں کی عدالت کریگا وہ محتاجوں کی اولاد کو بچائے گا اور ظالم کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا جب تک سورج اور چاند قائم ہیں لوگ نسل در نسل تجھ سے ڈرتے رہیں گے۔
 وہ کٹی ہوئی گھاس پر نیند کی مانند اور زمین کو سیراب کرنے والی بارش کی طرح نازل ہوگا اس کے ایمان صادق بہرہ مند ہوں گے اور جب تک چاند قائم ہے خوب امن ہوگا۔ اس کی سلطنت سمندر سے سمندر تک اور دریائے فرات سے زمین کی انتہا تک ہوگی۔ بیابان کے رہنے والے اس کے آگے چلیں گے اور اس کے دشمن خاک چائیں گے۔ تریس کے اور جزیروں کے بادشاہ نذریں گزرائیں گے۔ سب اور سیبا کے بادشاہ ہدیے لائیں گے بلکہ سب بادشاہ اس کے سامنے سرنگوں ہوں گے۔ کل قومیں اس کی مطیع ہوں گی۔ لوگ برابر اس کے حق میں دعا کریں گے وہ دن بھر اسے دعا دیں گے اس کا نام ہمیشہ قائم رہے گا۔ جب تک سورج ہے اس کا نام رہے گا اور لوگ اس کے وسیلہ سے برکت پائیں گے سب قومیں اس کو خوش نصیب کہیں گی“ (مذہب مود ۴۲)

ارض حجاز اور مکہ مکرمہ کے متعلق بشارات

حضرت یسعیاہ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بشارت دی:-
 ”اے بائچہ! تو خوبے اولاد بھی نعمہ سرائی کو، تو جس نے ولادت کا درد برداشت نہیں کیا، خوشی سے گا اور زور سے چلا۔ کیونکہ خداوند فرماتا ہے کہ بے کس چھوڑی ہوئی کی اولاد شوہر والی کی اولاد سے زیادہ ہے، اپنی خیمہ گاہ کو دسیج کرے، ہاں اپنے مسکنوں کے پرے پھیلا، اور بچ نہ کر، اپنی ڈدریاں لمبی اور اپنی میخیں مضبوط کر اس لیے کہ تو داہنی اور بائیں طرف بڑھے گی اور تیری نسل قوموں کی وارث ہوگی اور دیران شہروں کو بسائے گی۔ خوف نہ کر کیونکہ پھر تو پیشیمان نہیں ہوگی۔ تو نہ گھبرا کیونکہ تو پھر رسوا نہ ہوگی اور اپنی جوانی کا تنگ بھول جائے گی اور اپنی بیوگی کی عمار کو پھر یاد نہ کرے گی۔ کیونکہ تیرا خالق تیرا شوہر ہے اس کا نام رب الفواج ہے اور تیرا مذیہ دینے والا اسرائیل کا قدوس ہے وہ تمام روئے زمین کا خدا کہلائے گا۔“

کیونکہ تیرا خدا فرماتا ہے کہ خداوند نے تجھ کو متروکہ اور دل آزدہ بیوی کی طرح ہاں جوانی کی مطلقہ بیوی کی مانند پھر بلایا ہے۔ میں نے ایک دم کے لیے تجھے چھوڑ دیا لیکن رحمت کی فراوانی سے تجھے لے لوں گا، خداوند تیرا نجات دینے والا فرماتا ہے کہ میں نے قہر کی شدت سے ایک دم کے لیے تجھ سے منہ چھپا یا پر اب میں ابدی شفقت

اس فرمود میں حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی اور اپنے والد گرامی کی مدح سرائی تو کر نہیں رہے جیسے کہ ظاہر ہے کہ سب صیغے غائب اور مستقبل کے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ بادشاہ بنے اور نہ ہی شہزادے تھے، لہذا وہ ہستی جو سراپا رحمت و کرم بن کر دنیا پر ظہور فرما ہوئی، جملہ عالم کے لیے بالعموم اور اہل ایمان کے لیے بالخصوص اور جنہوں نے دوران جنگ بھی بچوں عورتوں اور بوڑھوں سے تعرض اور چھیڑ چھاڑ اور ان کے قتل و ایذا کو بالکل ممنوع ٹھہرایا وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، انہیں کی حکومت بجا دقیا نوس سے بحر سند تک اور دریائے فرات سے انتہائے زمین تک قائم ہوئی۔ شاہانِ روئے زمین نے آپ کے حضور ہدیے اور تحائف بھیجے جیسے مقوقس اور ہرقل قیصر روم وغیرہ نے اور سبھی بادشاہ آپ کے سامنے مرنگوں ہوئے اور عراق، شام، مصر بلکہ اندلس وغیرہ کے بسنے والے بھی ان کے حلقہ غلامی میں آئے۔

لوگ غاروں میں اور ان کے علاوہ ہر وقت ان کی ذات والا صفات پر درود و سلام بھیجتے رہتے ہیں اور ان کے ہی وسیلہ جلیلہ سے دنیا و آخرت میں ہر ایک برکت اور رحمت حاصل ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ان بشارات کا انطباق کسی طرح بھی موزوں نہیں بنتا لہذا یہ بھی صوفی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ہے۔



سے تجھ پر رحم کروں گا۔ کیونکہ میرے لیے یہ طوفانِ فوج کا معاملہ ہے کہ جس طرح میں نے قسم کھائی تھی کہ پھر زمین پر نوح کا سا طوفان کبھی نہیں آئے گا اسی طرح اب میں نے قسم کھائی ہے کہ میں تجھ سے کبھی آزدہ نہیں ہوں گا اور تجھ کو نہ جھڑکوں گا۔
خداوند تجھ پر رحم کرنے والا یوں فرماتا ہے کہ پہاڑ تو جاتے رہیں اور ٹیلے ٹل جائیں لیکن میری شفقت تجھ پر سے کبھی نہیں جاتی ہے گی۔ اور میرا رچ کا عہد نہ ٹلے گا۔ اے مصیبت زدہ اور طوفان کی ماری اور تسلی سے محروم! دیکھ میں تیرے پتھروں کو سیاہ ریختہ لگاؤں گا اور تیری بنیاد نیلیم سے ڈالوں گا۔ میں تیرے کنگروں کو لعلوں اور تیرے پھانسیوں کو شب چراغ اور تیری ساری فصیل بیش قیمت پتھروں سے بناؤں گا۔

تیرے سب فرزند خداوند سے تسلیم پائیں گے اور تیرے فرزندوں کی سلامتی کا کام ہوگی تو راستبازی سے پائیدار ہو جائے گی، تو ظلم سے دور رہے گی۔ کیونکہ تو بے خوف ہوگی اور دہشت سے دور رہے گی کیونکہ وہ تیرے قریب نہ آئے گی۔ ممکن ہے کہ وہ کبھی اکٹھے ہوں پر میرے حکم سے نہیں، جو تیرے خلاف جمع ہوں گے وہ تیرے ہی سبب سے گریں گے۔۔۔۔۔ کوئی ہتھیار جو تیرے خلاف بنایا جائے کام نہیں آئے گا اور جو زبان مدالت میں تجھ پر چلے گی تو اسے جرم ٹھہرائے گی۔ خداوند فرماتا ہے یہ میرے بندوں کی میراث ہے اور ان کی راستبازی مجھ سے ہے (یسعیاہ باب ۵۴)

اسی طرح یسعیاہ کے باب ۶۰ پر بھی کعبہ مبارکہ کے متعلق بڑی وضاحت کے ساتھ بشارت موجود ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو۔
”اٹھ منور ہو کیونکہ تیرا نور آگیا اور خداوند کا جلال تجھ پر ظاہر ہوا کیونکہ دیکھ تاریکی زمین پر چھا جائے گی اور تیرگی امتوں پر لیکن خداوند تجھ پر طالع ہوگا اور اس کا جلال تجھ پر نمایاں ہوگا اور قومیں تیری روشنی کی طرف آئیں گی اور سلاطین تیرے طلوع کی تجلی میں چلیں گے۔ اپنی آنکھیں اٹھا کر چاروں طرف دیکھ، وہ سب کے سب اکٹھے

ہوتے ہیں اور تیرے پاس آتے ہیں۔ تیرے بیٹے دور سے آئیں گے اور تیری بیٹیوں کو گود میں اٹھا کر لائیں گے تب تو دیکھیں گی اور منور ہوگی۔ ہاں تیرا دل اچھلے گا اور کشادہ ہوگا۔ کیونکہ سمندر کی فراوانی تیری طرف پھرے گی اور قوموں کی دولت تیرے پاس فراہم ہوگی اونٹوں کی قطاریں اور مدیان اور عیفہ کی سائیں آکر تیرے گرد بے شمار ہوں گی۔ وہ سب سب سے آئیں گے اور سونا اور زبان لائیں گے اور خداوند کی حمد کا اعلان کریں گے۔

قیدار کی سب بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی، نبایوت کے سینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ میرے مذبح پر مقبول ہوں گے اور میں اپنی شوکت کے گھر کو جلال بخشوں گا۔ یہ کون ہیں جو بادل کی طرح اڑے چلے آتے ہیں اور جیسے کوہ تیرا پانی کا ایک کی طرف؟

یقیناً جزیرے میری راہ دیکھیں گے اور ترسیں گے جہاز پہلے آئیں گے کہ تیرے بیٹوں کو ان کی چاندی اور ان کے سونے سمیت دور سے خداوند تیرے خدا، اور اسرائیل کے قدوس کے نام کے لیے آئیں۔ کیونکہ اس نے تجھے بزرگی بخشی ہے اور بیگانوں کے بیٹے تیرا دیوار بنائیں گے اور ان کے بادشاہ تیری خدمتگاری کریں گے۔

اگرچہ میں نے اپنے قہر سے تجھے مارا۔ پر اپنی مہربانی سے میں تجھ پر رحم کروں گا۔ اور تیرے پھاٹک ہمیشہ کھلے رہیں گے وہ دن رات کبھی بند نہ ہوں گے تاکہ قوموں کی دولت اور ان کے بادشاہوں کو تیرے پاس لائیں۔ کیونکہ وہ قوم اور وہ مملکت جو تیری خدمت گزاری نہ کرے گی برباد ہو جائے گی۔ ہاں وہ قومیں باطل ہلاک کی جائیں گی۔۔۔۔۔ تیرے فائزنگروں کے بیٹے تیرے سامنے جھکتے ہوئے آئیں گے اور تیری تعظیم کرنے والے سب تیرے قدموں پر گریں گے اور وہ تیرا نام خداوند کا مشہر

اسرائیل کے قدوس کامیون رکھیں گے۔

اس لیے کہ تو ترک کی گئی اور تجھ سے نفرت ہوئی، ایسا کہ کسی آدمی نے تیری طرف گزر بھی نہیں کیا۔ میں تجھے ابدی فضیلت اور پشت در پشت کی شادمانی کا باعث بناؤں گا تو قوموں کا دودھ بھی پی لے گی۔ ہاں بادشاہوں کی چھاتی چوسے گی اور تو جانے گی کہ میں خداوند تیرا نجات دینے والا اور یعقوب کا قادر شیرازہ دینے والا ہوں۔ میں بیتل کے بدلے سونا لاؤں گا اور لوہے کے بدلے چاندی اور کھڑی کے بدلے پتیل اور پتھروں کے بدلے لوٹا۔

اور میں تیرے حاکموں کو سلامتی اور تیرے عاملوں کو صداقت بناؤں گا۔ پھر کبھی تیرے ملک میں ظلم کا ذکر نہ ہوگا۔ اور نہ تیری حدود کے اندر خرابی اور بربادی کا۔ بلکہ تو اپنی دیواروں کا نام نجات اور اپنے پھاٹکوں کا حمد رکھے گی۔ پھر تیری روشنی نہ دن کو سورج سے ہوگی نہ چاند کے چمکنے سے، بلکہ خداوند تیرا ابدی نور اور تیرا خدا تیرا جلال ہوگا۔ تیرا سورج کبھی نہ ڈھلے گا اور تیرے چاند کو زوال نہ ہوگا کیونکہ خداوند تیرا ابدی نور ہوگا اور تیرے ماتم کے دن ختم ہو جائیں گے اور تیرے لوگ سب کے سب راست باز ہوں گے۔ وہ ابد تک ملک کے وارث ہوں گے۔ یعنی میری لگائی ہوئی شاخ اور میری دستکاری ٹھہریں گے تاکہ میرا جلال ظاہر ہو۔

سب سے چھوٹا ایک ہزار ہو جائے گا اور سب سے حقیر ایک زبردست قوم میں خداوند عین وقت پر یہ سب کچھ جلا کر دے گا۔ (یسعیاہ باب ۶۰)

تبصرہ

۱۔ جس جگہ کو اللہ تعالیٰ نے بانجھ اور بے کس چھوڑی ہوئی سے تعبیر کیا ہے وہ مکہ مکرمہ کے علاوہ کوئی جگہ ہو سکتی ہے جس میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام جو اس جگہ اللہ تعالیٰ کے گھر کو تعمیر کرنے کے ساتھ مامور ہوئے ان کے

بعد اس میں کوئی مبعوث نہ ہوا۔ جبکہ بیت المقدس میں یکے بعد دیگرے انبیاء علیہم السلام تشریف لاتے رہے، لہذا اس بانجھ اور بے کس کو نبی آخر الزمان کی آمد و بشت کا مژدہ سنایا گیا۔ اور اس کو سب سابقہ دردوں اور دکھوں کے مداوا اور ابدی راحت اور خوشی اور امن و سکون کا مژدہ سنایا گیا ہے۔ قوموں اور سلاطین کا مرجع بلکہ ملجا اس کو قرار دیا گیا۔ اور مدیان و عیثہ کے اذنوں اور سائنڈ نیوں کی قطاروں کا اس کی طرف رواں دواں ہونا اور یہی مضامین قرآن مجید میں بھی موجود ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

”وَرَاٰ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَقَابِلَ الْمَلَأَيْنِ دَامَتْ“ (اس وقت کو یاد کر جبکہ ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لیے جانے باز گشت اور مقام امن بنایا، وقال تعالیٰ:-

”اٰذِنُ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ“ (اے میرے عزیز! تعمیر کعبہ کے بعد، لوگوں میں حج کے لیے اعلان کرو، وہ آپ کے پاس پیدل اور ہر دلی پتلی اذنی پر سوار ہو کر گھر ہی گزر گاہوں سے حاضر ہوں گے)

اور چونکہ بلائے پر آئیں گے لہذا لَبَيْكَ اللَّهُمَّ لَبَيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ فَالْحَمْدُ لَكَ کہتے ہوئے حاضر ہوں گے اور اسی تلبیہ و تحمید کو عہد قدیم میں ”اور خداوند کی حمد کا اعلان کریں گے“ سے تعبیر کیا۔

۲۔ قربانی کے جانوروں کا قیدار دنیاویوت کے میٹھوں اور بھیڑوں کی صورت میں آنا بھی صرف مکہ مکرمہ میں ہی ہو سکتا ہے کیونکہ یہ دونوں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فرزند ہیں اور ان کا بیت المقدس کے مذبح پر اپنے جانوروں کو لے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا اور نہ کوئی ان کی اولاد میں سے کسی کا اس طرح قربانی کے

جائزہ کو لے جانے کا ثبوت پیش کر سکتا ہے۔ اگر یہ تسلی مطلوب ہو کہ بنا یوت اور قیدار حضرت اسماعیلؑ کے فرزند تھے تو پیدائش باب ۲۵-۱۳ ملاحظہ کریں۔

۳۔ آپا کوئی شخص یہ ثابت کر سکتا ہے کہ بیت اللہ شریف کے علاوہ کسی مقدس مقام میں محض اللہ تعالیٰ کے نام اور اس کی حمد کی خاطر لوگ اس کثرت سے حاضری دیتے ہوں اور اس قدر قربانیاں پیش کرتے ہوں اور اقوام عالم اور ان کے سلاطین مصروف طواف اور محو حمد و ذکر باری ہوں اور بیت الہدیٰ وہ مقدس جگہ ہے جہاں کی حاضری موجب نجات و خلاص ہے اور حج کے بعد تمام گناہ معاف ہو کر حاجی یوں ہو جاتا ہے جیسے آج سے مال نے جنم دیا ہو۔

۴۔ اگر اللہ تعالیٰ کے گھر کی کہیں اس اہتمام سے تعمیر اور توسیع ہوئی اور یہ بھی ہے تو وہ بیت اللہ شریف ہے۔ بیت المقدس کی ہیکل نظروں سے اوجھل ہوئے تو دو ہزار سال سے زیادہ عرصہ ہوا۔ اب بھی وہاں مسجد اور عبادت گاہ ہے تو اہل اسلام اور خلیفہ ثانی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی تیار کردہ لہذا اس بشارت میں قطعاً بیت المقدس کا تعمیر ہونا مراد نہیں۔

۵۔ جس جگہ کا بخت و اقبال سلامت اور اس کی روشنی ابدی ہے تو وہ بھی بیت اللہ شریف ہی ہے کیونکہ بیت المقدس سے یہود اور نصاریٰ کی تعلیمات اور شریعت کو رخصت ہوئے دو ہزار سال سے بھی زیادہ عرصہ ہوا بلکہ وہ تو انبیاء علیہم السلام اور بالخصوص عیسیٰ علیہ السلام کا مذبح بن کر رہ گیا اور دوسری اقوام کے تسلط میں رہا۔ یا پھر اہل اسلام کے زیر انتظام۔

۶۔ اسی طرح ”سب سے چھوٹا ایک ہزار ہو جائے گا اور سب سے حقیر ایک زبردست قوم“ کی بشارت بھی قریش اور غلامان محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی صادق آتی ہے کیونکہ یہ لوگ اُمّی ہونے کی وجہ سے کسی عزت و قدر کے مستحق نہیں سمجھے جاتے

تھے لیکن معلم حکمت اور معلم ام کتاب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت نے ان کو علم و اخلاق میں اعلیٰ مراتب پر فائز کیا اور جذبات اقوام کا امام بنا دیا اور ان میں مذہبی غیرت اور جذبہ جہاد بیدار کر کے ناقابل تسخیر قوم بنا دیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد جنگ و جدال اور بنی اسرائیل کے خلاف نبرد آزما رہنے کی وجہ سے بہت کم تعداد میں رہ گئی تھی۔ لیکن بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت زیادہ بڑھا دیا حتیٰ کہ بنی اسرائیل ان کے مقابل قلیل ترین نظر آنے لگے۔

یسعیاہ باب ۲۱-۱۷ پر بنی قیدار کی قلت کا بیان اس طرح مرقوم ہے:-
”کیونکہ خداوند نے مجھ سے فرمایا کہ مزدور کے برسوں کے مطابق ایک برس کے اندر اندہ قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی اور تیراندازوں کی تعداد کا بقیہ یعنی بنی قیدار کے بہادر تھوڑے سے ہوں گے کیونکہ خداوند اسرائیل کے خدا لیے یوں فرمایا ہے:-
لہذا اس حشمت سے محروم اور قلیل تعداد کو بڑھانے اور شان و شکوہ اور جہاد و جدال سے نوازنے کا یہاں اعلان کیا گیا ہے اور اس کی صداقت کسی بھی صاحب بصیرت اور صاحب نظر سے پوشیدہ نہیں ہے۔

اور اس کی مزید وضاحت حضرت یسعیاہ کے اس اعلان سے ہو جاتی ہے جو باب ۶۵ آیت ۱ میں مذکور ہے:-

”جو میرے طالب علم تھے میں ان کی طرف متوجہ ہوا۔ جنہوں نے مجھے ڈھونڈا نہ تھا، مجھے پایا۔ میں نے ایک قوم سے جو میرے نام سے نہیں کہلاتی تھی، فرمایا دیکھ میں حاضر ہوں“

اور اسی معنوں کو پولس رسول نے رومیوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی اس طرح نقل کیا ہے:-

”میں ان سے تم کو غیرت دلاؤں گا جو قوم ہی نہیں۔ ایک نادان قوم سے تم کو

غصہ دلاؤں گا۔ ملاحظہ ہو ردیمون باب ۱۰، آیت ۱۹، اور حضرت یسعیاہ کے اس قول کو بھی ساتھ ہی نقل کیا ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ امتِ عربیہ تعداد کے اعتبار سے قلیل تھی اور علم و تربیت سے محرومی کی وجہ سے ناقابلِ التفات و اعتبار، اور وہ خداوند کے نام سے معروف بھی نہیں تھی۔ صرف بنی اسرائیل اس دور میں دنیا کے اندر خداوند کی قوم کے نام سے معروف تھی لہذا اس عبارت کا مفہوم بالکل وہی ہے جو قرآن نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے:-

”هَذَا الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ لَعَلَّاهُمْ يَرْجِعُونَ قُلْ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ رَسُولٌ مِنْ قَبْلُ يُصَلِّي فِي الْمُبْتَدِئِ“ (اللہ رب العزت ہی وہ ذات والا نشان ہے جس نے ان پر؎ لوگوں میں ایک رسول انھیں میں سے بھیجا جو ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے)

۷۔ اس رسول کی بعثت سے مکہ مکرمہ میں جو نور اسلام ظہور پذیر ہوا اور اس نے مکہ مکرمہ کو روشن کیا اور پھر پورے عالم کو اسی کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مکہ مکرمہ کو خطاب کیا گیا ہے:-

”اِنَّهُ مُنَوَّرٌ هُوَ كَيْفَ تَبَرُّرٌ اَوْ خُذْ لَكَ جَلَالٌ تَجْهَ بِرُحْمَا بَرُّهُ“

اور یہی معنوں قول باری ”قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ“

کا ہے۔

اور یسعیاہ میں ”قومیں تیری روشنی کی طرف آئیں گی اور سلاطین تیرے طلوع

کی تجلی میں چلیں گے“ کے اندر عظمت رسالت اور شکوہ وحی و ابہام کو جس انداز میں بیان کیا گیا ہے، قول باری تعالیٰ:-

”وَإِنِّي لَأَعْلَمُ الْبَاطِنَ الَّذِي يَدْعُوهُمْ وَنَسُوا حَظِيصَتَهُ“ میں وہی معنوں بیان کیا گیا کہ نبی آخر الزمان کی تعلیم و تربیت اور حکمت و زرش سے قوموں اور ان کے سلاطین کو نور اور روشنی حاصل ہوگی اور اس سراجِ منیر سے سبھی مستنیر و مستفید ہوں گے۔

اور آفتابِ نبوت کے طلوع ہی کو ”لیکن خداوند تجھ پر طالع ہوگا اور اس کا جلال تجھ پر نمایاں ہوگا“ سے تعبیر کیا گیا۔ جس طرح کہ آپ کے کوہِ فاران سے ظہور رسالت کو استثناء اور حقوق میں ”قدوس کوہِ فاران سے آیا اور وہ کوہِ فاران سے جلوہ گر ہوا“ کے ساتھ تعبیر کیا گیا۔

ملاحظہ ہو استثناء باب ۳۳-۱، اور حقوق باب ۳-۲۔

اور قرآن مجید میں اسی منصب و مرتبت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:-

”مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ“

”جس نے رسولِ گرامی کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی“

”إِنِ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ - يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ“

”بے شک جو لوگ آپ کے ساتھ بیعت کرتے ہیں وہ صرف اللہ

تعالیٰ کے ساتھ بیعت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں

پر ہے“

”وَمَا مِثَّتْ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى“

”نہیں مارا آپ نے جبکہ مارا آپ نے لیکن اللہ تعالیٰ نے خود مارا“

الغرض دونوں طرح کے مضامین میں صرف زبان کا فرق ہے، حقیقت میں کوئی فرق نہیں۔ اور ان بشارات میں صرف کلمہ مکرمہ کی فضیلت اور مرکزیت ہی ثابت نہیں بلکہ صاحب مرکز کی عظمت اور ان کی امت کی عظمت بھی پوری طرح نمایاں ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ



تاکستان کی تمثیل و ربی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت

انجیل متی باب ۲۱-۳۳، اور انجیل مرقس باب ۱۲-۱ پر رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور سلطنت کو ایک تمثیل میں بیان کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:-

”ایک اور تمثیل سنو! ایک گھر کا مالک تھا اس نے تاکستان لگایا اور اس کی چاروں طرف احاطہ گھیرا اور اس میں حوض کنوا اور بڑج بنایا اور اسے باغبانوں کو ٹھیکہ پر دے کر پردیس چلا گیا۔ جب پھل کا موسم قریب آیا تو اس نے اپنے نوکروں کو باغبانوں کے پاس اپنا پھل لینے کو بھیجا اور باغبانوں نے اس کے نوکروں کو پکڑ کر کسی کرپٹا اور کسی کو قتل کیا پھر اس نے اپنے بیٹے کو ان کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ وہ میرے بیٹے کا تو نچاؤ کریں گے۔ جب باغبانوں نے بیٹے کو دیکھا تو آپس میں کہا کہ یہ بھی وارث ہے آؤ اس کو قتل کر کے اس کی میراث پر قبضہ کر لیں اور اسے پکڑ کر تاکستان سے باہر نکالا اور قتل کر دیا۔ پس جب تاکستان کا مالک آئے گا تو ان باغبانوں کے ساتھ کیا کرے گا؟“

انھوں نے اس سے کہا ان بدکاروں کو بڑی طرح ہلاک کرے گا اور باغ کا ٹھیکہ دوسرے باغبانوں کو دے گا جو موسم پر اس کو پھل دے۔ یسوع نے ان سے

کہا، کیا تم نے کتاب مقدس میں کبھی نہیں پڑھا، جس پتھر کو معماروں نے رد کیا، وہی کونے کے سر کا پتھر ہو گیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہے اور ہماری نظر میں عجیب ہے۔ اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دے دی جائے گی اور جو اس پتھر پر گرے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا لیکن جس پر وہ گرے گا اس کو پیس ڈالے گا۔

اور جب سردار کاہنوں اور فریسیوں نے اس کی تمثیل سنی تو سمجھ گئے کہ ہمارے حق میں کہتا ہے اور وہ اسے پکڑنے کی کوشش میں تھے لیکن لوگوں سے ڈرتے تھے کیونکہ وہ دو لوگ اس کو نبی جانتے تھے۔ (آیت ۳۳ تا ۴۶)

اس تمثیل میں باغ انگور سے مراد اللہ تعالیٰ ہے اور انگوری باغ سے مراد شریعت ہے اور اس کے گرد احاطہ اور اس میں حوض اور برج حرمت اور فرائض و واجبات کی طرف اشارہ ہے۔ اور نوکروں سے انبیاء و رسل کی طرف اشارہ ہے اور باغبانوں سے مراد قوم یہود اور فریسی میں جو انبیاء و رسل پر تشدد کرتے رہے اور یسوع کو شہید بھی کیا۔

کما قال اللہ تعالیٰ "لَيَقْتُلَنَّ النَّبِيِّنَّ بِغَيْرِ حَقٍّ"

اور بیٹے سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو کہ طبع عبد پر طلاق کیا جاتا ہے، جسے یہود نے بزم خولیش سوئی پر لٹکانے کا منصوبہ بنا رکھا تھا اس کے بعد جن باغبانوں کو یہ باغ سونپا گیا وہ امت امیہ عربیہ ہے جن کے پاس اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور انھوں نے شریعت پر پورا پورا عمل کو کے دکھایا اور نیک اعمال کا ثمرہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں پیش کیا اور اللہ تعالیٰ نے یہود کو تباہ و برباد کیا اور ان سے آسمانی بادشاہت لے لی اور رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے غلاموں کو دی۔

جس پتھر کو معماروں نے رد کیا تھا وہ اولاد اسماعیل علیہ السلام تھے، جو کہ یہود انتہائی حقیر

سمجھتے تھے اور وہی لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض تربیت سے اقوام عالم کے بادشاہ بنے اور جو ان سے ٹکرایا پاش پاش ہوا اور جس پر وہ ٹوٹ پڑے اس کو پیس کر رکھ دیا اور یہ انقلاب زمانہ اور گردشیں دوران عجیب تر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قدر پست قوم کو کس بام عروج پر پہنچایا اور اس قدر بلند مرتبت کہلانے والی قوم کو کس قدر تعز و نعت میں گرایا۔

اس تمثیل سے بالکل واضح ہو گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے کے بعد یہود کو تباہ و برباد کر کے آسمانی حکومت دوسری قوم کو دی جائے گی۔ جیسے کلام مجید میں ہے۔

"وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ آتِ الْأَمْثِلَ يُرْثُهَا
عِبَادِي الصَّالِحُونَ"

(ہم نے تورات کے بعد زبور میں بھی یہ فیصلہ حتمی طریقہ پر لکھ دیا تھا، کہ ارض مقدس کے وارث اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہوں گے)

یہاں بھی مستقبل کی خبر ہے کیونکہ یہ لفظ ماضی ہے۔ اور حضرت مسیح کی تمثیل میں بھی مستقبل کے صحنے موجود ہیں لہذا قرآن کی تصدیق انجیل نے کر دی اور انجیل کی قرآن مجید نے، اور خلفاء اسلام کا ارض مقدس کا وارث ہونا بھی ثابت ہو گیا اور نگاہ خداوند میں صانع ہونا بھی اور ان کی بادشاہت دراصل اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بادشاہت ہے کیونکہ یہ نائب ہیں اس لیے ان کو باغبانوں کے ساتھ تعبیر کیا گیا جو مسیح علیہ السلام کے بعد اس کام پر مامور ہوئے۔

اگر اس بشارت میں مذکور پتھر کو حضرت دانیال علیہ السلام کی بخت نصر کے خواب کی تعبیر میں مذکور پتھر کے ساتھ ملا کر دیکھو تو یہ حقیقت مزید کھل کر سامنے آجائے گی کہ اس پتھر نے اس عظیم سلطنت کو تباہ و برباد کیا اور یہاں بھی ایسے پتھر کا ذکر ہے کہ جو اس پر

گرا وہ پاش پاش اور جس پر وہ پتھر گرا وہ آٹے کی طرح پس جائے گا، لہذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول گویا حضرت دانیال علیہ السلام کی تعبیر کی تفسیر ہے اور اس سے مراد یقیناً عیسیٰ علیہ السلام کی امت کے علاوہ دوسری امت ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ دوسرا نبی کیونکہ تمثیل سے یہ بات ظاہر ہے کہ پاکستان کے مالک کا فرزند قتل ہونے کے بعد قاتلوں کو تباہ و برباد کر کے ان کا کام جب دوسروں کو سونپا گیا تو وہ لا محالہ دوسری قوم ہوں گے لہذا یہود اور بنی اسرائیل جو اس قتل کے مرتکب ہوئے اب ان کا کام ان کے علاوہ دوسری امت کو تفویض کیا جائے گا نہ کہ انہیں کوہ اور جب بیٹا قتل ہوا تو لا محالہ اب یہود دوسرے لوگوں کو پھل وصول کرنے کے لیے بھیجا جائے گا نہ کہ بیٹے کو اور اس لیے یہودی، سوار کاہن اور فریسی ان کے خلاف ہوئے کیونکہ وہ سمجھ گئے کہ ہم ان کو قتل کرنے کے درپے ہیں اور یہ ہمیں ہی تباہی، بربادی کی خبر ہے ہے ہیں اور ہم سے اس بادشاہت کے چھن جانے کی۔

لہذا یہ پیشینگوئی قطعاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں نہیں ہے، علی الخصوص جب پتھر گر گئے والے کا ریزہ ریزہ ہونا اور جس پر وہ پتھر گرے اس کا پس جانا محفوظ رکھیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بزعم یہود و باقرار نصاریٰ انتہائی بے رحمی سے قتل کیا جاتا، تو قطعاً یہ تمثیل آپ پر صادق نہیں آسکتی۔ علی الخصوص حضرت عیسیٰ علیہ السلام آل داؤد سے ہیں اور بقول نصاریٰ وہ آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ بلکہ آپ کی الوہیت کے قائل تھے تو پھر ان کے اور ان کی قوم کے حق میں کیونکہ کہہ سکتے تھے کہ جس پتھر کو معاروں نے دیکھا وہی کرنے کے سرے کا پتھر ہوا۔ یہ خلدوند کی طرف سے ہے اور ہماری نظر میں عجیب ہے۔ جو کہ ہمیشہ سے خدا کی قوم کہلاتی چلی آئی اور اس میں مسلسل انبیاء و رسل مبعوث ہوتے رہے، لہذا یہ تعجب انگیز اور حیرت خیز واقعہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب اس کا مصداق امت امیہ عربیہ کو بنایا جائے اور یہود و

بنی اسرائیل کی عظمت و جلالت اور شان و شوکت اور ان کے علاقوں کا مالک و دار ان کو تسلیم کیا جائے اور یہ وہ حقیقت ہے جو چشم فلک سیدیوں سے دیکھ رہی ہے۔ لہذا اس کا انکار دو پہر کے سورج کو دھول سے چھپانے کے مترادف ہے۔

انزالہ مشبہ

عیسائی برادری اس تمثیل کو بھی حسب عادت حضرت عیسیٰ پر محمول کرتے ہیں لیکن ان کی یہ تاویل و توجیہ انتہائی پوچ اور بے سرو پا ہے کیونکہ پہلی زندگی کے اعتبار سے تمثیل کے ساتھ قطعاً اس کی مطابقت نہیں کیونکہ بیٹے کے قتل کیے جانے پر مالک نے آکر اپنے باغبانوں کو تباہ و برباد کیا اور دوسرے باغبان مقرر کیے جو باغ کے ثمرات اس کو دینے والے تھے اور انہی دوسرے باغبانوں کو اس پتھر سے تعبیر کیا جو اس پر گرا وہ پاش پاش ہوا اور جس پر وہ پتھر گرا وہ پس گیا۔ لہذا اس باغ کی آبیاری منقول عیسیٰ کے ذمے لگانا تمثیل کے خلاف، اور جو خود مقتول ہو گیا اس کو ایسے پتھر سے تشبیہ دینا واضح البطلان۔

پھر کلام داؤد علیہ السلام میں عیسیٰ علیہ السلام کا رد کیا ہے پتھر سے تعبیر کیا جانا ممکن ہی نہیں۔ جس سے ان کو انتہائی تعظیم و تکریم سے یاد کیا بلکہ بقول نصاریٰ اپنا خداوند تسلیم کیا۔

علاوہ ازیں اگر اس پتھر سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں تو ان کا اہل دنیا پر غلطی کی صورت میں حدود و تعزیرات قائم کرنا لازم آئے گا جو خود ان کے کلام کے خلاف کیونکہ ان کی تعلیم تو یہ ہے جیسے کہ انجیل متی باب ۵-۳۸ میں مرقوم ہے:-

”تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریک کا مقابلہ نہ کرو بلکہ جو کوئی تمھارے داہنے گال پر طمانچہ مارے

دوسرا بھی اس کی طرف پھیرنے والا، لہذا امتی غریب ان کے پاس ظالموں کے ظلم سے فریاد کب لے جاسکتے ہیں اور وہ ظالموں کے نعمت و نابود کیے جانے کی توقع کب رکھ سکتے ہیں۔

اسی طرح انجیل یوحنا باب ۱۲-۱۳ پر مرقوم ہے:-

”اگر کوئی میری باتیں سنکر ان پر عمل کرے تو میں اس کو مجرم نہیں ٹھہراتا اور اس کو سزا نہیں دیتا، کیونکہ میں دنیا کو مجرم ٹھہرانے نہیں آیا بلکہ دنیا کو نجات دینے آیا ہوں۔“ جب آپ دنیا کو مجرم نہ ٹھہرائیں اور ان کو کیفرِ دراز تک نہ پہنچائیں تو پھر آپ کو اس پتھر سے تشبیہ کیونکر دی جاسکتی ہے۔

”کہ گویا یہ تو ہم کہ آپ دوبارہ تشریف لائیں گے تو اس وقت مخالفین کو تہس نہس کر دیں گے“ اول تو یہ توجیہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمان کے خلاف ہے۔ کیونکہ آپ انجیل یوحنا کے اس قول کے مطابق جرم کی سزا یومِ اخیر پر موقوف فرماتے ہوئے کہتے ہیں:-

”جو مجھے نہیں مانتا اور میری باتوں کو قبول نہیں کرتا اس کا ایک مجرم ٹھہرانے والا ہے۔ یعنی وہ کلامِ جو میں نے کیا آخری دن وہی اس کو مجرم ٹھہرائے گا کیونکہ میں نے کچھ اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ باپ نے جس نے مجھے بھیجی اسی نے مجھے حکم دیا کہ کیا کہوں اور کیا بولوں“ انجیل

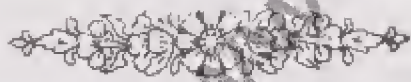
یوحنا باب ۱۲-۱۳-۱۴

لہذا اس جزا و سزا کا آپ نے اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا اور یومِ قیامت پر اس کو موقوف ٹھہرایا تو دنیا میں ظہورِ اول یا ثانی کسی وقت بھی آپ لوگوں کو ان کے اعمال کی سزا دیں تو یہ فرمان غلط ہو جائے گا۔

دوسری وجہ اس تاویل کے غلط ہونے کی یہ ہے کہ پہلے ظہورِ پر آپ کی شریعت اس سے مختلف ٹھہرے گی جس کا پچھلے ظہور کے بعد آپ اظہارِ فرما دیں گے اور ظاہر ہے کہ وہ شریعتِ اسلام کے احکام کے مطابق ہوگی اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق

جب آپ پہلی شریعت کو ترک کر دیں گے اور اسلامی احکام کے مطابق جرائم کی سزا دینے لگیں تو پھر آپ کا شریعتِ محمدیہ کا تابع ہونا لازم آئے گا اور پہلی شریعت کا تارک، اور اس صورت میں اسلام اور باقی اسلام کی حقانیت اظہارِ من الشمس ہو جائے گی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہستی بھی اس کے تابعین میں شامل ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اس وقت آپ کی امت بنی اسرائیل ہوگی یا اہل اسلام اور غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پہلی صورت میں تمثیل کی مطابقت ختم ہو جائے گی کیونکہ پھر بنی اسرائیل سے بادشاہت چھین کر دوسری قوم کے حوالے کرنے کی بجائے اسی قوم کے پاس رہنے دی گئی اور اگر آپ کی امت جملہ اہل اسلام ٹھہرے تو آپ کا یہ اعلان غلط ہو جائیگا ”کہ میں صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیر دل کے لیے بھیجا گیا ہوں“ انجیل متی باب ۳-۲۴۔ نیز جب آپ نے اپنے سابقہ احکام چھوڑ کر حدود و تغزیرات کا سلسلہ شروع کر لیا تو اہل اسلام کو آپ کی امت کہنا غلط ہوا بلکہ خود آپ کا افرادِ امت میں سے ایک فرد ہونا ثابت ہو گیا۔ جیسے عقائد اسلام اور یہی عقیدہ اہل اسلام کا ہے لہذا اس سے بھی عیسائیت، اور اسرائیلیوں کا تو کوئی شرف ثابت نہ ہوا بلکہ صرف اور صرف شرفِ اسلام اور شرفِ بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم۔ واللہ اعلم بالصواب!



کیا تو وہ نبی ہے؟

انجیل یوحنا اور اعمال سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب حضرت یحییٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایلیاہ مسیح اور ان کے علاوہ تیسرے پیغمبر کی آمد کے منتظر تھے۔ چنانچہ یوحنا باب ۱، آیت ۹ تا ۲۸ پر بالتفصیل اس کا تذکرہ موجود ہے۔

”اور یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے؟ تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اس نے اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں، انھوں نے اس سے پوچھا پھر تو کون ہے؟ کیا تو ایلیاہ ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں (انھوں نے پوچھا) کیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ پس انھوں نے اس سے کہا پھر تو ہے کون؟ تاکہ ہم اپنے بھیجنے والوں کو جواب دیں تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا میں جیسا یسعیاہ نبی نے کہا بیا بان میں ایک پیکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ کو سیدھا کرو۔

یہ فریسیوں کی طرف سے بھیجے گئے تھے انھوں نے اس سے سوال کیا کہ اگر تو نہ مسیح ہے نہ ایلیاہ نہ وہ نبی تو پھر پتہ کون دیتا ہے؟ یوحنا نے جواب میں ان سے کہا کہ میں پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں، تمھارے درمیان ایک شخص کھڑا ہے جسے تم نہیں جانتے یعنی میرے بعد کا آنے والا جس کی جوتی کا تسمہ میں کھولنے کے لائق نہیں۔ باب ۱، آیت ۹ تا ۲۸۔

اور اسی انجیل یوحنا باب ۴-۳۰ پر یوں مرقوم ہے۔

”پس بھیڑ میں سے بعض نے یہ باتیں سن کر کہا بیشک یہی وہ نبی ہے۔ اور وہ نے کہا یہ مسیح ہے اور بعض نے کہا کیوں؟ کیا مسیح گلیل سے آئے گا؟ کیا کتاب مقدس میں یہ نہیں آیا کہ مسیح داؤد کی نسل سے ہوگا اور بیت لحم کے گاؤں سے آئے گا جہاں کا داؤد تھا پس لوگوں میں اس کے سبب سے اختلاف ہوا“ باب ۴-۳۰

اعمال باب ۱۳-۲۵ میں اس طرح مرقوم ہے۔

”اور جب یوحنا اپنا دور پورا کر چکا تو اس نے کہا تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟ میں وہ نہیں بلکہ دیکھو میرے بعد وہ شخص آنے والا ہے جس کے پاؤں کی جوتیوں کا تسمہ میں کھولنے کے لائق نہیں“ باب ۱۳-۲۵

ان اقتباسات سے یہی حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اہل کتاب یہود اور ان کے امام و پیشوا مسیح اور ایلیاہ کے علاوہ ایک نبی کے منتظر تھے اور سوائے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ کون ہو سکتا ہے، عیسائی لوگوں کو تو یہ حقیقت تسلیم کرنے سے اس لیے چارہ نہیں ہے کہ حضرت یوحنا نے مسیح کو اور اس نبی کو بطور تقابل ذکر کیا ہے اور مسیح تو بقول ان کے آچکے۔ اور چلو بعد میں ان کا تشریف لانا تسلیم کرتے ہیں تو بھی آنے کے بعد مسیح ہی ہوں گے، لہذا ان کے علاوہ ایلیاہ اور دوسرے نبی کا ظہور ضروری ہے جس کو یہودیوں نے ”کیا تو وہ نبی ہے“ کہہ کر دریافت کیا تھا۔

اور اگر ہم اس ضمن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے طرز استدلال کو اپناتے ہوئے کہہ دیں کہ محمد مرنی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق گواہی دی کہ میں وہ نبی ہوں اور انکی گواہی ان کے حق میں سچی ہے۔ پھر ان کا خدا ان کے حق میں گواہی دیتا ہے لہذا وہ گواہ ہوئے اور وہی قبول کرنا لازم ہے تو ہم اپنے اس قول میں بالکل صادق ٹھہریں گے اور عیسائیوں کے لیے جواب کی کوئی صورت بن نہ پڑے گی۔ تفصیل اس

اجال کی یہ ہے کہ جب یسوع علیہ السلام نے دعویٰ کیا کہ میں دنیا کا نور ہوں جو میری پیروی کرے گا وہ اندھیرے میں نہ چلے گا بلکہ زندگی کا نور پائے گا تو فریسیوں نے بطور اعتراض کہا یہ تو تمھارے حق صرف تمھاری گواہی ہے، کوئی اور گواہی دیتا تو کوئی بات ہوتی میری گواہی سچی نہیں۔

اس کے جواب میں آپ نے کہا:-

”اگرچہ میں اپنی گواہی آپ دیتا ہوں تو بھی میری گواہی سچی ہے کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ میں کہاں سے آیا ہوں اور کہاں کو جاتا ہوں لیکن تمھیں معلوم نہیں کہ میں کہاں سے آتا ہوں اور کہاں کو جاتا ہوں۔ تم جسم کے مطابق فیصلہ کرتے ہو۔ میں کسی کا فیصلہ کر دوں بھی تو میرا فیصلہ سچا ہے کیونکہ میں اکیلا نہیں بلکہ میں ہوں اور باپ ہے، جس نے مجھے بھیجا ہے اور تمھاری توریت میں بھی لکھا ہے کہ دو آدمیوں کی گواہی مل کر سچی ہوتی ہے، ایک تو میں خود اپنی گواہی دیتا ہوں اور ایک باپ جس نے مجھے بھیجا ہے میری گواہی دیتا ہے۔“

ر یوحنا باب ۸ - ۱۲ تا ۱۸

اگر یہ طرز استدلال درست ہے اور یقیناً درست ہے کیونکہ عیسائیوں کے نبی بلکہ خداوند کا انداز استدلال ان کے ہاں کیونکر غلط ہو سکتا ہے تو پھر ہمیں بھی یہ کہنے کا حق متاچا بیٹے کہ نبی آخر الزمان خود اپنے گواہ ہیں اور ان کا بھیجنے والا خداوند ان کا گواہ ہے، رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

”مثلی و مثل الانبیاء مثل قصص احسن بنیانہ ترک منه موضع لبنة قطاف به الانظار يتعجبون من حسنہ بنیانہ الا موضع تلك البينة فكنتم اناس دوت موضع تلك البينة خستم في البنيات و ختم في الرسل وفي رواية فانا البينة وانا خاتم النبیین“ متفق علیہ (مشکوٰۃ باب فغائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ:- (میری اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی حالت اس محل اور مکان جیسی ہے جس کو بہت خوبصورت انداز میں تعمیر کیا گیا مگر اس سے ایک اینٹ کی جگہ خالی رکھی گئی۔ نظارہ کرنے والے اس کے گرد گھومنے لگے در انھیں کہ اس کے حسن تعمیر سے متعجب اور حیران تھے ماسوائے اس اینٹ طالی جگہ کے۔ پس میں نے اس جگہ کو بند کیا، مجھ سے تعجب نہوت و رسالت کی تکمیل ہوئی اور میرے ساتھ ہی سلسلہ انبیاء مکمل ہوا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ پس میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں ہی آخری نبی ہوں۔“

اور اسی مضمون کو اللہ رب العزت نے ”وَكَذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَانَ النَّبِيُّ“ میں بیان فرمایا اور آپ کے آخری نبی ہونے کی بشارت دی اور آپ کی گواہی دیتے ہوئے فرمایا ”يَا هَلْ الْكَذِبُ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كُنُفَكُمْ تَخْفُونَ مِنْ الْكِتَابِ وَتَعْفُو عَنْ كُنُفِكُمْ“ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ“ (اے اہل کتاب! یقیناً تمھارے پاس ہمارا وہ رسول آچکا جو تمھارے لیے ظاہر کرتا ہے بہت کچھ اس میں سے جو تم کتاب سے چھپایا کرتے تھے اور بہت کچھ سے دو گز بھی کرتا ہے۔ تحقیق تمھارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آیا اور واضح کتاب اور اللہ تعالیٰ نے ہی آپ کا تورات و انجیل میں مذکور ہونا بیان کرتے ہوئے فرمایا:-

”الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْنُونًا عِنْدَهُمْ فِي الْوَادِعَةِ وَالْأَنْجِيلِ“ (جو لوگ اتباع کرتے ہیں اس نبی امی کی جس کا تذکرہ اپنے ہاں تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں)

اور اللہ رب العزت نے فرمایا:-

”وَكَاذِبًا مِّنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا وَقُلْنَا جَاءَهُمْ

مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَهُمُ اللَّهُ عَلَىٰ أَلْسِنَةٍ رَّاهِلٍ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَكَبِّرُونَ ۚ رَاهِلٌ كَتَبَ ان کی بدشت سے قبل ان کے ساتھ کفار و مشرکین کے خلاف توسل کرتے تھے اور ان کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے فتح و نصرت طلب کرتے تھے پس جب وہ نبی و رسول آچکے جن کے اوصاف و کمالات کو وہ جان چکے تھے تو انہوں نے ان کے ساتھ کفر کیا، پس اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کفر کرنے والوں پر

(اور ارشاد خداوندی ہے :-

”اَلَّذِينَ اتَّخَذُوا الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ آبَاءَهُمْ“

(جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ میرے اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح کہ اپنے بیٹوں کو)

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی اعلان فرمایا کہ وہ اس پیغمبر کی لوگوں کو بشارت دیتے تھے :-

”وَمُبَشِّرٍ بِسُورٍ يَأْتِي مِنَ بَيْتِي اِسْمُهُ اَحْمَدُ“ (کہ یہی بنی اسرائیل

کا رسول ہونے کے ساتھ ساتھ اس رسول کی بشارت دینے کے لیے آیا

ہوں جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہے)

بلکہ آپ کا اور آپ کی امت بالخصوص صحابہ کرام کا تو رات و انجیل میں بطور تمثیل مذکور ہونا بھی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے :-

”وَلَيْكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيلِ“

الغرض اللہ تعالیٰ کی گواہی اور رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی سے آپ کا موعود نبی ہونا اور تو رات و انجیل کی پیشینگوئیوں کا مصداق ہونا اور آخر الزمان پر پیغمبر ہونا ثابت ہے اور دو گواہیاں سچی ہوتی ہیں تو پھر آپ کے صادق ہونے میں شک و شبہ کی کیا

گنجائش۔ علی الخصوص جب آپ اُمی ہوں اور تو رات و انجیل میں اپنے متعلق بشارات مذکور ہونے کا دعویٰ کریں اور کوئی یہودی و نصرانی آپ کے دعویٰ کو جھٹلانہ سکے اور یہ نہ کہہ سکے کہ یہ بیٹھے یہ یہی تو رات و انجیل، دکھاؤ کہاں تمہارا ذکر ہے اور ہمارے پاس تمہاری پہچان کی کیا سند ہو سکتی ہے لیکن اس قسم کی جسارت کسی نے بھی نہ کی حالانکہ مدینہ منورہ میں یہودی قریظہ اور بنو نضیر موجود تھے اور خیر بھی قریب ہی تھا۔ اور نجران کے عیسائی بھی حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے اور اللہ ہونے کا دعویٰ کیا۔ آپ نے دلائل سے اس دعویٰ کو باطل کیا۔

اور ان کے عبداللہ اور رسول اللہ ہونے کا اعلان کیا اور ان کو مبالغہ کی دعوت دے دی۔ لیکن ان کو آپ کے سامنے میدانِ مبالغہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی اور جزیہ دے کر رعایا بننا قبول کر لیا۔ جس سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ ان دونوں گواہیوں کو جھٹلانے کی کسی میں جرأت نہ تھی اور نہ رد و قدرح کی بلکہ سب کی خاموشی نے ان شہادات کے برحق ہونے پر مہر تصدیق لگا دی۔

علاوہ ازیں یہاں پر صرف یہ دو شہادتیں ہوتیں تو بھی واجب القبول تھیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ عبداللہ بن سلام جیسے جبر یہود اور کعب احبار جیسے علماء نے بھی آپ کی تائید و تصدیق کی۔ بلکہ ہزاروں لاکھوں یہودی (اور عیسائی حلقہ اسلام میں داخل ہوئے اور آپ کو کتب انبیاء علیہم السلام کی بشارات کا مصداق تسلیم کیا۔ حالانکہ اہل اسلام نے کبھی کسی عیسائی اور یہودی کو حلقہ اسلام میں داخل ہونے پر مجبور نہیں کیا۔ کوئی جزیہ دے کر بطور رعایا رہنا قبول کر لیتا تو اس کے خون مال اور عزت و آبرو کا تحفظ مسلمانوں کے نزدیک اسی طرح لازم ہوتا جس طرح خود حلقہ اسلام میں داخل ہونے والوں کا۔ خیر نفع ہونے کے باوجود وہاں یہود کا عرصہ دراز تک قیام پذیر رہنا وغیرہ اس دعویٰ پر ناقابل تردید دلیل ہے۔ لہذا

۱۴۹
اب تو شہادت کا شمار ہی نہیں ہو سکتا تو پھر صداقت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں شک و ارتباب کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے؟

اسی شہادت کو قرآن مجید میں ”وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِ“ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یعنی بنی اسرائیل میں سے بہت بڑے گواہ نے اس کے مطابق شہادت دی۔

والحمد للہ علیٰ ذلک

دریافت کیا، کیا تو وہ نبی ہے جس کا ظہور دور دراز علاقہ میں ہونا تھا۔

وجہ سوم

چونکہ یہود موسیٰ علیہ السلام کے اعلان کے مطابق ایسے عظیم رسول کے منتظر تھے جو موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہونا تھا، جس طرح ان کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام محترم و معظم تھے اسی طرح وہ رسول بھی معظم و مکرم تھے اور ان کے نام لینے اور اس کی تصریح کرنے سے کما حقہ ادب ملحوظ نہیں رہتا تھا لہذا بطور کنایہ آپ کا ذکر کیا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی ان کی آمد سے بخوبی آگاہ تھے۔ لہذا فوراً سمجھ گئے اور کہا میں وہ نبی بھی نہیں ہوں۔

وجہ چہارم

چونکہ یہود کے علم میں تھا کہ وہ پیغمبر ناسخ ادیان ہوں گے اور ناسخ مل اور شراعی، اور ان کی کتاب ناسخ کتب ان کی نبوت ناسخ نبوت و رسالات اور ان کا قبلہ ناسخ قبلہ جائے اور یہ بھی معلوم تھا کہ وہ پیغمبر بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسماعیل میں ظہور فرما ہونگے لہذا ازراہ تعصب و عناد آپ کے نام کو ذکر نہ کیا بلکہ بطور کنایہ ذکر کر دیا۔

الغرض حضرت یحییٰ علیہ السلام سے کیے جانے والے اس سوال میں حضرت ایلیاہ مسیح اور وہ نبی کا جس ترتیب سے ذکر ہے وہ اس حقیقت پر شاہد عدل ہے کہ حضرت مسیح کے

وہ نبی کیوں کہا؟

اب رہ گیا یہ سوال کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کیوں ذکر کیا گیا اور اعزازی القاب و اوصاف کمال سے تعبیر کیوں نہ کیا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ مختلف مقامات پر مختلف انداز سے آپ کا تذکرہ موجود ہے۔ صرف ایک یہی اسلوب اور انداز ہی اختیار نہیں کیا گیا البتہ اس جگہ پر اس اسلوب و انداز کے اختیار کرنے کی کئی وجوہ ہیں:-

وجہ اول

یہ انداز بلندی مرتبت اور عظمت شان پر تعبیر کرنے کے لیے اختیار کیا جاتا ہے۔ جس قرآن مجید کو ذلک الکتاب سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی وہ بلند شان اور عالی مرتبت کتاب، ورنہ ہذا الکتاب کہنے کا محل اور مقام تھا جس کا ترجمہ یہ کتاب ہوتا لہذا رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح ذکر کرنے میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ ان کی عظمت شان انداز اور قیاس سے ماوراء ہے۔

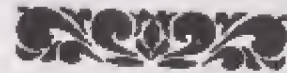
وجہ دوم

بنی اسرائیل میں تشریف لانے والے نبی چونکہ ان کے قریب ہوتے تھے اور آپ کی ذات اقدس بنی اسماعیل میں ظہور فرما ہونے والی تھی جو ان کے علاقہ سے دور تھی، لہذا

بعد ایک ہستی کی انتظار رہتی اور تمام یہود اس انتظار میں شریک تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دنیا سے اٹھنے کے بعد دو ہزار سال گزر چکے ہیں اور اب تک یہود کے ہاں کوئی ایسا نبی ظہور فرما نہیں ہوا جس کو ٹیل موسیٰ کہا جاسکے تو لامحالہ وہ محمد رسول اللہ ہیں جن کی شریعت وعدہ الہی کے مطابق سب ادیان و شرائع پر غالب رہی۔ **هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظَاهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ تَعَالٰی** اور بنی اسرائیل کے سینکڑوں سالوں سے جاری مذہب اور دین کی جگہ جس دین کو اسی علاقہ میں پذیرائی حاصل ہوئی وہ صرف اور صرف دین اسلام ہی ہے اور وہ منتظر رسول جن سے موسیٰ علیہ السلام کی مانند دین خداوند تعالیٰ کی تاسیس کی توقع کی جاتی رہی تھی وہ صرف آپ ہی کی ذات والا صفات ہے۔

نیز اس تقابل نے جو سوال میں موجود ہے عیسائی برادری کی اس توجیہ و تاویل کو بھی یخ و بن سے اکھڑ دیا کہ وہ نبی سے مراد حضرت مسیح ہیں کیونکہ ان کے متعلق جب انگ سوال کیا گیا، تو مسیح ہے؛ تو پھر تیسرے سوال کا مصداق ان کو کیسے بنایا جاسکتا ہے لہذا یہ حقیقت روز روشن سے بھی زیادہ عیاں ہے کہ اس پیشینگوئی کا مصداق صرف رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

والحمد للہ علی ذلک !



حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اعتراف کہ میں وہ نہیں

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ میں وہ نبی نہیں ہوں تو ان کے ارشاد کے برعکس ان کو اس پیشینگوئی کا مصداق بنانا ان کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔ اس ضمن میں ہم انجیل بریناس کی دو ٹہاڑیں پیش کرتے ہیں۔

(۱)

کاہن نے جواب میں کہا، موسیٰ کی کتاب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ہمارا اللہ عنقریب ہمارے لیے مسیحا کو بھیجے گا جو کہ ہمیں اللہ کے ارادہ کی خبر دینے آئے گا اور دنیا کے لیے اللہ کی رحمت لائے گا اسی لیے ہم تجھ سے امید کرتے ہیں کہ ہمیں سچ بتلا کر آیا تو ہی وہ اللہ کا مسیحا ہے جس کے ہم منتظر ہیں۔ یسوع نے جواب دیا حق یہ ہے کہ اللہ نے ایسا ہی وعدہ کیا ہے مگر میں وہ نہیں ہوں اس لیے کہ وہ تجھ سے پہلے پیدا کیا گیا ہے اور میرے بعد آئے گا۔ (بریناس ص ۱۴۴۔ فصل ۹۴)

(۲)

عورت نے کہا شاید تو ہی مسیحا ہے لے سید! تو یسوع نے جواب دیا حق یہ ہے کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی طرف خلاص کا نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں لیکن میرے بعد جلد ہی مسیحا اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا تمام دنیا کے لیے آئے گا۔ وہ مسیحا کہ اللہ نے

تمام دنیا کو اسی کی وجہ سے پیدا کیا ہے اور اس وقت تمام دنیا میں اللہ کو سجدہ کیا جائیگا اور رحمت حاصل کی جائے گی (برنباس ص ۱۲۴- فصل ۸۲)

لہذا یہ حقیقت تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ اہل کتاب ایک نبی کے منتظر تھے اور وہ نبی صرف محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور اگر حضرت عیسیٰ وہ نبی ہوتے تو اس کا برطا اظہار و اعلان کرتے اور یہود کو کسی شک و شبہ میں نہ چھوڑتے۔ اور نہ ڈالوں ڈول رکھتے۔ پھر ان کے لیے آپ کی مخالفت کی بھی کوئی غرض وجہ نہیں ہو سکتی تھی۔ اگر ان کی آگ حسد و عناد بھڑک سکتی تھی تو بنی اسماعیل میں سے ظاہر ہونے والے پیغمبر کے لیے اور قومی تعصب آٹے آ سکتا تھا تو بنی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نہ کہ حضرت یسوع کے لیے۔



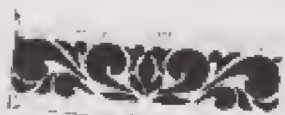
کیا حضرت عیسیٰ نبی موعود ہو سکتے ہیں؟

عیسائی لوگ تو حضرت عیسیٰ کو خدا اور خداوند کا بیٹا تسلیم کرتے ہیں اور تثلیث کے قائل ہیں لہذا ان کے اس عقیدہ کی رد سے عیسیٰ علیہ السلام وہ نبی کیونکر ہو سکتے ہیں، یا ان کو خداوند ماننا ترک کریں یا اس پیشینگوئی کا مصداق ماننا چھوڑیں۔ یہ دونوں خیالات و نظریات کسی طرح بھی جمع نہیں ہو سکتے۔ نیز الوہیت کے مرتبہ پر فائز شخصیت کو محض نبی کہنا اس کے مقام و مرتبہ میں تنقیص و تقریظ ہے۔ علی الخصوص قبل از ظہور کسی کی آمد کی خوشخبری کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا اعلیٰ سے اعلیٰ مقام و مرتبہ ذکر کیا جائے نہ کہ اس میں کمی ذکر کرنا ہی کر کے کمترین درجہ ذکر کرنے پر اکتفا کیا جائے۔

باقی رہا معاملہ یہودیوں کا توجہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور نبوت میں وہ نبی موعود کے منتظر تھے اور آپ کو انہوں نے نبی موعود تسلیم نہیں کیا تھا تو لا محالہ نبی موعود کا ظہور بعد میں ہی ہونا لازم ٹھہرا۔ اور یہ بات محتاج وضاحت نہیں کہ یسوع مسیح کے دنیا سے اٹھائے جانے کے بعد سے اب تک سولے نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے کوئی نبی اس شان کا دنیا پر تشریف نہیں لایا، لہذا ان کے نزدیک بھی صرف اور صرف رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس پیشینگوئی کا مصداق ہوں گے اور ہماری کتب تفاسیر اور کتب سیر میں بھی تمام اہل کتاب کا عموماً انتظار ہونا صراحت سے مذکور ہے۔

امام سیوطیؒ نے خصائص کبریٰ میں (ج ۱) بائیس صفحات پر یعنی ص ۳۳۳ تک تورات اور انجیل اور زبور و دیگر صحائف اور احبار و رہبان سے عبارات و روایات درج کر کے اس بحث کا حق ادا کر دیا ہے۔ وہاں پر ان تفصیل کا مطالعہ کیا جائے۔ اور علامہ ابن الجوزیؒ نے الوفا باحوال المصطفیٰ میں ص ۳۷۷ سے ص ۴۰۰ تک بہت بسط کے ساتھ تورات و انجیل اور زبور وغیرہ سے اور علامہ یحییٰ بن خلدونؒ سے ان مباحث کو مفصل طور پر بیان کیا ہے اور موجودہ تورات و انجیل وغیرہ میں ہزاروں تغیر و تبدل ہوئے لیکن اب بھی بے شمار بشارات اور پیشینگوئیاں رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں موجود ہیں۔ اور سوائے آپ کے کوئی دوسرا شخص ان کا مصداق بن ہی نہیں سکتا۔ بشرطیکہ حسد و عناد آنکھوں کو بتائیے اور دل کو بصیرت سے محروم نہ کر دے لہذا انجیل یوحنا اور اعمال کی یہ عبارت ہماری کتابوں میں مندرج روایات اور عبارات کی حروف بحرف تصدیق کرتی ہیں اور اس طرح تمام مذاہب کی کتابوں سے سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی موعود اور رسول منتظر ہونا واضح ہو گیا۔

والحمد للہ علیٰ ذلک !



امام احمد بن حنبل شرف العلماء بالاحسان

زید محمد

محمد اشرف سیالوی



تحفہ
حسینیہ

کوثر
الخطبات

جلاء
الصدور

منقہ
اور اسلام

گلشن توحید و رسالت

ہدایۃ المتذنب الخیران

مناظر و بحث



ایم اے سیالوی کی مشہور تصانیف

Phone: 0541-634759